قرآن فہمی بذریعہ خط و کتابت کورس

گھر بیٹھے قرآن کی ابدی تعلیمات سے آگاہی اور عربی زبان کے بنیادی قواعد سیکھنے کا

نادر موقع !

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام اپنی نوعیت کے 3 منفرد

خط و کتابت کورسز میں داخلے جاری ہیں

1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی

قرآن کی ابدی ہدایت سے استفادے کے نقطۂ نگاہ سے یہ نہایت مفید اور مؤثر کورس ہے۔ اس کورس کے لئے اعانتی مواد مطبوعہ شکل میں بھی دستیاب ہے' مزید برآں 44 آڈیو کیسٹ کے سیٹ کی صورت میں اور کمپیوٹر CD کی صورت میں بھی اعانتی مواد فراہم کیا جا سکتا ہے۔

2) عربی گرامر خط و کتابت کورس (I' II' III)

قرآن و حدیث کی زبان یعنی عربی سے واقفیت کے لئے اس کے قواعد کو جاننا بہت ضروری ہے۔ عربی گرامر کورس مرکزی انجمن کی شائع کردہ کتاب آسان عربی گرامر کے تین حصوں پر مشتمل ہے جس میں عربی گرامر کے تقریباً تمام ضروری قواعد کا احاطہ کیا گیا ہے۔

3) ترجمہ قرآن حکیم کورس

یہ کورس خصوصی طور پر نوجوان طلبہ و طالبات کے لئے ترتیب دیا گیا ہے جنہیں قرآنی الفاظ کے معانی براہِ راست سمجھائے اور یاد کرائے جاتے ہیں اور اس طرح آیاتِ قرآنی کا مفہوم سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

داخلہ کے خواہش مند حضرات پراسپکٹس کے حصول اور دیگر معلومات کیلئے درج ذیل پتے پر رجوع کریں!

ناظم شعبہ خط و کتابت کورس

قرآن اکیڈمی' 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون : 03-5869501

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

جلد: ۵۱

شمارہ: ۱۰

شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

اکتوبر ۲۰۰۲ء

فی شمارہ ۱۲/-

ادارہ تحریر

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون

☆ اندرونِ ملک 125 روپے

☆ ایشیا، یورپ، افریقہ وغیرہ 800 روپے

☆ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ 1000 روپے

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700، فون: 5869501-02-03

فیکس: 5834000 ای میل: anjuman@tanzeem.org

ویب سائٹ ایڈریس: www.tanzeem.org

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67-گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

ای میل: markaz@tanzeem.org

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

✿ **عرض احوال** ــــــــ ۳
تنظیم اسلامی کی امارت کی منتقلی

حافظ خالد محمود خضر

☆ تنظیم اسلامی کے بانی امیر کی جانب سے منتقلیٔ امارت کا اعلان ۴
☆ امارت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد اراکین عاملہ وشوریٰ سے
امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کا خطاب ۹
☆ منتقلیٔ امارت کے موقع پر بحیثیت امیر تنظیم اسلامی
تنظیم کے بانی ومؤسس کا الوداعی پیغام ۱۳

✿ **حقیقت دین** ــــــــ ۲۴
اسلامی تنظیم میں سمع وطاعت کے تقاضے

ڈاکٹر اسرار احمد

✿ **منہاج المسلم** (۲۵) ــــــــ ۴۴
مخلوق سے تعلق کے آداب

علامہ ابوبکر الجزائری

✿ **تقویٰ کے فوائد و ثمرات** ــــــــ ۵۷

محمد آصف احسان عبدالباقی

✿ **اتباع سنت** ــــــــ ۷۷
مسواک کی اہمیت وفضیلت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض احوال

حافظ خالد محمود خضر

تنظیم اسلامی کی امارت کی منتقلی

قارئین میثاق اور رفقاءِ تنظیم اسلامی کے علم میں یہ بات آ چکی ہو گی کہ چند روز قبل تنظیم اسلامی کے بانی اور مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ نے اپنی پیرانہ سالی اور خرابی صحت کی بنا پر تنظیم اسلامی کی امارت کی ذمہ داری نائب امیر حافظ عاکف سعید صاحب کو منتقل کر دی ہے۔ یاد رہے کہ آج سے ساڑھے چار سال قبل امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے ایک طویل سلسلۂ مشاورت کے بعد حافظ عاکف سعید صاحب کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ تنظیم کے دستور میں یہ صراحت موجود ہے کہ اگر امیر تنظیم کسی وقت اپنی ذاتی وجوہات کے باعث امارت سے دستبردار ہو جائیں تو امارت کی ذمہ داری جانشین امیر کو سنبھالنی ہو گی۔

امارت کی یہ منتقلی ۱۵ تا ۱۷ ستمبر ۲۰۰۲ء منعقد ہونے والے تنظیم اسلامی کی مجلس شوریٰ کے ایک خصوصی اجلاس کے موقع پر عمل میں آئی۔ قبل ازیں توسیعی عاملہ کے اجلاس میں منتقلی امارت کا معاملہ زیر بحث رہا۔ بانی امیر نے آیت قرآنی ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝﴾ سے استدلال کرتے ہوئے اپنی پیرانہ سالی کے باعث پیدا ہونے والے بعض جسمانی عوارض اور معذوریوں کی بنا پر امارت کی ذمہ داری اپنے جانشین کو منتقل کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ بعض ارکان عاملہ نے اصرار کیا کہ محترم ڈاکٹر صاحب ابھی امارت بدستور سنبھالے رکھیں۔ بعد ازاں مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں اپنے فیصلے کے حتمی اعلان کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے امارت کی ذمہ داری حافظ عاکف سعید صاحب کو تفویض کرتے ہوئے پہلے خود ان کے ہاتھ پر سمع وطاعت کی بیعت کی' تاکہ زندگی کا کوئی لمحہ جماعت کے بغیر بسر نہ ہو۔ بعد ازاں مجلس عاملہ ومجلس شوریٰ کے ارکان نے نئے امیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امارت کی منتقلی کے بعد بھی محترم ڈاکٹر اسرار احمد تنظیم کے بانی اور مؤسس ہونے کی حیثیت سے تنظیم اسلامی کی فکری راہنمائی کا فریضہ بدستور انجام دیتے رہیں گے۔

منتقلی امارت کے موقع پر تنظیم اسلامی کے بانی ومؤسس نے ارکان مجلس عاملہ ومجلس شوریٰ سے بحیثیت امیر تنظیم اسلامی جو الوداعی خطاب فرمایا اسے نذر قارئین کیا جا رہا ہے:

تنظیم اسلامی کے بانی امیر کی جانب سے

منتقلیٔ امارت کا اعلان

محترم اراکین عاملہ و مجلس مشاورت تنظیم اسلامی'
السلام علیکم

میں رات کی نشست میں اپنے اس فیصلے کا اعلان تو کر چکا تھا کہ میں تنظیم اسلامی کی امارت سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔ اور میں نے بیان کیا تھا کہ اس کا اصل سبب میرا بڑھاپا' میرے بعض عوارض اور طرح طرح کی معذوریاں ہیں۔ بعض دیگر اسباب بھی ہیں جن کا ذکر غیر ضروری ہے۔ میں اس کے ضمن میں کوئی تفصیل نہیں بیان کرنا چاہتا تھا لیکن اب جبکہ میں نے دیکھا ہے کہ یہ معاملہ ریکارڈ ہو رہا ہے اور اس کے ذریعے تمام رفقائے تنظیم تک بھی یہ بات پہنچے گی تو مناسب سمجھا کہ میں اپنی دستبرداری کی وجوہات یعنی عوارض کی تفصیل بیان کر دوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بڑھاپے کے ساتھ جہاں جسمانی قوت میں کمزوری آتی ہے وہاں استعدادِ کار میں بھی کمی آ جاتی ہے۔ یہ ایک فطری اور طبعی بات ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ کافی دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ کچھ عرصہ سے میری یادداشت پر بھی اثر ہے۔ میرا لاہور میں جو آپریشن ہوا تھا' اس کے دوران جنرل اینستھیزیا میں گڑبڑ ہوئی اور میرے دل کی دھڑکن کچھ دیر کے لئے رک گئی تھی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میری چند سال پہلے کی یادداشتیں محو (wipe out) ہو گئی ہیں۔ اس کے بعد سے میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ یادداشت کا نیا پرنٹ بھی میرے ذہن پر آسانی سے قائم نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی ایک صاحب سے ملاقات ہوئی' گفتگو ہوئی' پھر اگر دس دن بعد وہ دوبارہ آئیں اور کہیں کہ میں آیا تھا تو بسا

اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مجھے یاد نہیں آ تا۔ اگر چہ بفضلہٖ تعالیٰ میری پرانی یادداشت بڑی حد تک intact ہے اور صحیح طور پر قائم و دائم ہے۔ گویا میری صرف تازہ یادداشت (recent memory) کی صلاحیت میں خرابی اور کمزوری آئی ہے جس کے باعث نئے معاملات (events) صحیح طور پر رجسٹر نہیں ہو رہے۔ اس کے علاوہ بلڈ پریشر کی تکلیف تو مجھے پچیس سال سے ہے جس کے لئے دوائیں کھا رہا ہوں۔ شوگر (Diabetes) بھی اب کچھ عرصے سے (تقریباً ایک سال سے) باقاعدہ طور پر ظاہر (diagnose) ہو گئی ہے۔ پہلے یہ عارضہ ابتدائی مرحلے پر تھا لیکن اب establish ہو گیا ہے۔ ان دونوں امراض کا بہر حال انسان کے اعضائے رئیسہ پر اثر پڑتا ہے۔

پچھلے دنوں مجھ پر جو شدید ڈپریشن کا حملہ ہوا اس کا میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ تاہم اس کی شدت کے باعث میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ ماہر نفسیات سے رجوع کیا اور زیر علاج بھی آیا۔ چنانچہ اس علاج کے دوران کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ نیند کا انتہائی غلبہ رہنے لگا۔ پچھلے رمضان کے دوران میرا حال یہ ہو گیا تھا کہ دورۂ ترجمہ قرآن کی ذمہ داری نبھانے کے لئے جب دن کے اوقات میں قرآن مجید پڑھنے کے لئے بیٹھتا تھا تو وہیں مجھے نیند آ جاتی تھی۔ ایک طویل عرصے تک مجھ پر یہ کیفیت طاری رہی ہے۔ اس کے بعد شدید کھانسی کی شکایت ہوئی۔ اس کھانسی کے دوران بے ہوشی بھی طاری ہو جاتی تھی' ایک دفعہ تو میں گر بھی گیا تھا۔

مزید یہ کہ اب میں کمر کی تکلیف کی وجہ سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ اپنا توازن برقرار رکھنے میں مشکل ہوتی ہے۔ چنانچہ چلنے کے لئے جب تک میرے ہاتھ میں چھڑی نہ ہو' میں چل نہیں سکتا۔ اب تو صورت یہ ہو گئی ہے کہ ایک پاؤں میں جوتا ڈال کر دوسرا پاؤں جوتے میں ڈالنے کے لئے اٹھاتا ہوں تو خطرہ ہوتا ہے کہ گر جاؤں گا۔ اسی طرح کا ایک عارضہ یہ ہے کہ اب رات کو ایک ایک گھنٹے کے بعد پیشاب کی حاجت ہوتی

ہے۔ اب بھی یہ ہے کہ چھ چھ گھنٹے پیشاب نہ کروں تو کوئی بات نہیں لیکن جب ایک مرتبہ خیال کرلوں کہ پیشاب کرنا ہے تو پھر میں رک نہیں سکتا۔ اندیشہ ہوتا ہے کہ پیشاب خطا نہ ہو جائے۔ یہ مختلف عوارض ہیں جو مجھے لاحق ہو چکے ہیں۔ ان کی وجہ سے میری نقل وحرکت (mobility) بھی کم ہے۔ میری ان معذوریوں اور جسمانی کمزوریوں میں وقت کے ساتھ ساتھ مزید اضافہ ہی ہوگا۔ لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مجھے تنظیم اسلامی کی امارت کے بوجھ سے سبکدوش ہو جانا چاہئے۔

اگرچہ میں امارت سے دستبردار ہو رہا ہوں لیکن میں تنظیم میں رہوں گا۔ آپ (ارکان عاملہ وشوریٰ) تنظیم میں میرے کردار کا تعین کریں گے۔ میرا معاملہ تو یہ ہے کہ میں آخری دم تک اس کام کے ساتھ لگا رہوں گا' ان شاء اللہ۔ اپنی ان ساری حدود (limitations) کے ساتھ جو بھی خدمت ہو گی' اس کے لئے اپنی باقی ماندہ توانائیاں خرچ کروں گا۔

(یہاں تک گفتگو کے بعد بانیٔ تنظیم نے بحیثیتِ امیر ارکانِ شوریٰ وعاملہ کے سامنے کچھ باتیں تذکیر ونصیحت کے پیرائے میں الوداعی پیغام کے طور پر سامنے رکھیں۔ خطاب کا یہ حصہ زیرِ نظر شمارے میں الگ مضمون کی حیثیت سے شائع کیا جا رہا ہے۔ بعدازاں انتقالِ امارت کے حوالے سے درج ذیل اہم امور کی نشاندہی فرمائی:)

انتقال امارت کے ضمن میں دستور کے مطابق ہمارا جو بھی سابقہ فیصلہ ہے اس پر پورے ہموار انداز میں فی الفور عمل کرنا ہی ہمارے اور تنظیم کے لئے خیر کا موجب ہوگا۔ دستور میں یہی طے ہے کہ اگر امیر کسی وقت اپنی ذاتی وجوہات کے باعث دستبردار ہوگا تو جو بھی جانشین ہوگا وہ اس ذمہ داری کو سنبھالے گا۔ اگرچہ ہم طویل مشاورت کے عمل سے گزر کر جانشین کا تعین پانچ سال قبل کر چکے ہیں تاہم اس ضمن میں اس موقع پر میں حلفاً یہ بات واضح کر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ عزیزم عاکف سعید کی جانشینی کا فیصلہ کرتے وقت اہلیت اور تنظیم کی مصلحت کے سوا کوئی چیز میرے پیش نظر نہیں تھی۔

لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ اس وقت انتقالِ امارت کا یہ مرحلہ اسی فیصلے اور پرانے

طریق کار یعنی شخصی بیعت کے مطابق ہو جانا چاہئے۔ اگرچہ کچھ عرصے بعد اس سلسلے میں آپ چاہیں تو دوبارہ exercise کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ ہم دستوری بیعت کے طریقے کو اختیار کر لیں یا شخصی بیعت ہی کا سلسلہ جاری رہے۔ تاہم اس وقت بہتر یہی ہے کہ یہ مرحلہ بحسن وخوبی سابقہ طریق کار کے مطابق طے ہو جائے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی ریکارڈ کرا دینا چاہتا ہوں کہ الحمدللہ ہم نے بیعت کی بنیاد پر تنظیم سازی کے عمل کو پچیس برس تک چلایا ہے۔ اس کی بنیاد پر مشاورت کا نظام چلایا ہے۔ کوئی معمولی اونچ نیچ ہو جانا دوسری بات ہے' تاہم اس دور میں بیعت کی بنیاد پر اجتماعیت کی مثال قائم کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے دستوری بیعت کو کبھی حرام نہیں کہا۔ شخصی بیعت کو اس لئے اختیار کیا کہ یہ منصوص' مسنون اور ماثور ہونے کے لحاظ سے دستوری بیعت پر تین درجے فائق ہے۔ چنانچہ میری رائے یا وصیت تو یہ ہے کہ بیعت کے نظام کو بدلا نہ جائے۔ اگرچہ آپ کو اختیار ہے کہ کچھ عرصے بعد چاہیں تو اسے بدل سکتے ہیں' لیکن جیسے داڑھی نہ رکھنا اپنی جگہ ایک جرم ہے' لیکن داڑھی رکھ کر منڈوا دینا زیادہ بڑا جرم ہے' اسی طرح تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کر کے ہم نے اگر اس بیعت کے نظام کو زندہ کیا ہے تو اسے برقرار رکھنا چاہئے۔ تاہم میری یہ رائے حرفِ آخر نہیں ہے۔ میری دستبرداری پر کچھ عرصہ بعد اگر اس نظام کی تبدیلی کے بارے میں کوئی exercise کی جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں' لیکن اس وقت یہ مناسب نہیں۔

جہاں تک عزیزم عاکف سعید کی جانشینی کے فیصلے کا تعلق ہے' آپ کو معلوم ہے کہ اس فیصلے سے پہلے میرا یہ معمول رہا ہے کہ میں گاہے بگاہے اپنے جانشین کی وصیت لکھ کر محفوظ کرتا رہا ہوں۔ اس ضمن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جانشینی کی مشاورت سے پہلے عزیزم عاکف سعید کی جانشینی کے بارے میں مَیں نے کبھی سوچا تک نہیں تھا۔ اس مشاورت سے پہلے میرا فیصلہ ڈاکٹر عبدالخالق کے حق میں تھا کیونکہ میں یہ سمجھتا تھا کہ تنظیمی امور کا وسیع تجربہ رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ میرے دینی اور عمرانی فکر کو رفقاء میں بہتر طور پر سمجھنے والے ہیں۔ حافظ عاکف سعید کے بارے میں اگر کبھی ذہن گیا بھی تو میں ان

کے گلے کی تکلیف' زکام کی مسلسل شکایت اور ان کی کچھ limitations کے باعث انہیں eligible نہیں سمجھتا تھا۔ عزیزم عاکف سعید کی طرف سب سے پہلے مجھے توجہ دلانے والے قمر سعید قریشی ہیں۔ اس کے بعد جانشینی کی مشاورت کے موقع پر جہاں فعال اور ملتزم رفقاء کی ایک بہت بڑی تعداد نے ان کے حق میں رائے دی تھی وہاں جو معین تجاویز خطوط کی صورت میں مجھے موصول ہوئیں ان میں تنظیم کے بزرگ ترین رفیق جن کی اصابت رائے کا میں ہمیشہ معترف رہا ہوں یعنی شیخ جمیل الرحمٰن مرحوم و مغفور کے علاوہ کراچی کے عبداللطیف عقیلی صاحب اور دیر باجوڑ کے محمد فہیم صاحب نے بھی عزیزم عاکف سعید کو یہ ذمہ داری سونپے جانے کی تجویز دی تھی۔ اس کے بعد ہی میں نے ان کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ بہرحال یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ میرا یہ فیصلہ پورے انشراح صدر کے ساتھ تھا اور اب تک اس پورے عرصے میں نہ صرف میرا یہ انشراح صدر برقرار رہا ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے۔

لہٰذا آج میں اپنی دستبرداری کے بعد سب سے پہلے عزیزم عاکف سعید کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔

(محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بیعت کرنے کے بعد اراکین عاملہ و مجلس شوریٰ نے نئے امیر تنظیم کے ہاتھ پر بیعت کی۔)

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

بی اے (سالِ اوّل) میں داخلے جاری ہیں

- ایک منفرد تعلیمی ادارہ
- معیاری نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ عربی زبان اور ترجمہ قرآن کی کلاسز
- شاندار بلڈنگ' سنجیدہ باوقار ماحول

تدریس کا آغاز 7 اکتوبر 02ء سے ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

برائے رابطہ: 191۔اے' اتاترک بلاک' نیوگارڈن ٹاؤن لاہور' فون: 5833637

امارت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد اراکین عاملہ وشوریٰ سے

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا خطاب

رفقاءِ محترم! آج میں اپنے آپ کو ایک بہت بھاری بوجھ تلے محسوس کر رہا ہوں۔ آج سے ساڑھے چار سال قبل جب ایک طویل سلسلۂ مشاورت کے بعد میری جانشینی کا فیصلہ ہوا تھا تو اس سے قبل میرے سان گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ بھاری بوجھ ایک دن مجھے اٹھانا ہوگا۔ چنانچہ اُس وقت بھی میں صدق دل سے یہ دعا کرتا رہا ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ﴾ کہ اے پروردگار' مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈالیو جس کی مجھ میں طاقت نہ ہو۔ مجھے اس بھاری بوجھ سے بچائے رکھنا۔ لیکن اس کے باوجود جب میرے ہی ناتواں کاندھوں کو اس بوجھ کے لئے منتخب کیا گیا تو میں نے اسے من جانب اللہ سمجھا۔ اللہ جانتا ہے کہ میرے دل میں اس عہدے کی کوئی طلب تھی نہ خواہش' بلکہ میں نے اسے اول روز سے ہی (یعنی جانشینی کے دن سے ہی) ایک بھاری ذمہ داری اور باعث مسئولیت سمجھا! بعد میں جب میری نظر سے یہ حدیث گزری تو مجھے اطمینان ہوا اور انشراح صدر کا سا معاملہ ہوا:

> "عن عبدالرحمن بن سمرة رضی اللّٰہ عنه ' قال: قال النبی ﷺ ((یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ! لَا تَسْاَلِ الْاِمَارَةَ' فَاِنَّکَ اِنْ اُوْتِیْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُکِلْتَ اِلَیْهَا' وَاِنْ اُوْتِیْتَهَا مِنْ غَیْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَیْهَا))" (بخاری و مسلم)
>
> حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! کبھی امارت (عہدہ) کی درخواست نہ کرنا۔ کیونکہ اگر تمہیں یہ مانگنے کے بعد ملے گا تو اللہ پاک اپنی مدد تجھ سے اٹھالے گا (کہ تو جان' تیرا کام جانے) اور اگر وہ عہدہ تمہیں بغیر مانگے مل گیا تو اس میں اللہ کی طرف سے تمہاری اعانت کی جائے گی۔"

مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ یہ ایک بہت نازک ذمہ داری ہے جس کا بوجھ آپ حضرات نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے میرے کاندھوں پر ڈالا ہے۔ میں

جانتا ہوں کہ یہ پھولوں کی سیج نہیں' کانٹوں بھرا راستہ ہے! میں اس معاملے میں جہاں آپ حضرات کی دعاؤں کا شدید محتاج ہوں وہاں اس ذمہ داری کی ادائیگی کے ضمن میں آپ حضرات کے تعاون کا بھی خواستگار ہوں۔ میرے نزدیک یہ ایک اجتماعی کام ہے جسے ہم نے مل جل کر آگے بڑھانا ہے۔

تشکر و اطمینان کے پہلو:

☆ مجھ پر اللہ کا خصوصی فضل یہ ہوا کہ ایک ایسے گھر میں آنکھ کھلی جہاں بالکل ابتدائی عہد طفولیت سے ہی قرآن کی تلاوت اور قرآن کا پیغام سننے کو ملا۔ اس معاملے میں محترم والد صاحب کا کردار تو لوگوں کے سامنے ہے' تربیت اولاد میں والدہ کا حصہ بھی کم نہیں۔ گھر کے اندر شریعت کی بالادستی کا اصول پورے طور پر رائج نظر آیا۔ زمانے کا چلن ہو یا برادری کا رواج' حکم شریعت کے سامنے کسی کی پرکاہ کے برابر وقعت نہیں تھی۔

☆ مجھے تنظیم بنی بنائی ملی ہے۔ چھوٹی سہی لیکن یہ ایک تنظیم ہے جو بیعت کی بنیاد پر اٹھی اور ناموافق حالات کے باوجود بیعت کے تقاضوں کے حوالے سے روایات کو مستحکم کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔

اس میں والد محترم کا' جو اس تنظیم کے بانی اور مؤسس بھی ہیں' خون اور پسینہ ہی نہیں لگا اسی کام میں انہوں نے اپنی ہڈیاں بھی گلا دی ہیں۔ بیعت کے اصول پر ایک تنظیم کی تشکیل' اس کا نظام مشاورت' ہیئت تنظیمی کی تشکیل' رفتہ رفتہ اس نے بحمداللہ وہ صورت اختیار کر لی ہے کہ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے ایک قافلہ تنظیم سست رفتاری سے سہی' اپنی منزل کی جانب محوِ سفر ہے۔

☆ فکری اعتبار سے بھی تنظیمی تقاضوں اور تصور فرائض دین کو جس طرح بانیٔ تنظیم نے واضح کیا ہے وہ صرف ہمارے لئے ہی نہیں پوری امت کے لئے ایک نہایت قیمتی اثاثہ ہے۔ انقلابی جدوجہد کے تقاضے اور مراحل ہی نہیں' نشاناتِ راہ بھی بحمداللہ واضح

ہو چکے ہیں۔ گویا تمام بنیادی اور ابتدائی کام (Spade work) اپنی اعلیٰ ترین شکل میں مکمل ہے۔ اب ہمیں اس کام کو صرف آگے بڑھانا ہے۔

☆ چوتھی بات یہ کہ والد محترم کی فکری رہنمائی ہی نہیں عملی تعاون بھی مجھے حاصل ہے۔ ان کی موجودگی اور مشفقانہ سرپرستی میرے لئے سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

☆ اطمینان کا آخری لیکن نہایت اہم پہلو یہ بھی ہے کہ انتہائی مخلص' باصلاحیت' دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے اور تنظیمی تقاضوں کا شعور رکھنے والے ساتھی مجھے میسر ہیں۔ اللہ کی نصرت کی امید اور انہی کی تائید سے حوصلہ پاکر میں نے اس بھاری بوجھ کو قبول کیا ہے۔

تنظیم کی ہیئت اور پالیسی:

میں علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتا ہوں کہ تنظیم کی روح نظامِ شورائیت ہے۔ قرآن و حدیث کے حوالے سے بھی اس کی اہمیت بحمد اللہ مجھ پر واضح ہے اور میں نے اس کی افادیت اور برکات کو بھرپور طور پر محسوس کیا ہے۔ مشاورت کا موجودہ نظام بہترین ہے' لیکن اسے مزید بہتر بنانے کے لئے میں ہر تجویز کا خیر مقدم کروں گا۔

بحمد اللہ تنظیم کا منہج عمل بھی واضح ہے اور پالیسی بھی۔ میں اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اصل ضرورت مل جل کر کام کو آگے بڑھانے کی ہے۔ تاہم قرآن و سنت اور سیرتِ رسول ﷺ کو اپنا فریم آف ریفرنس بناتے ہوئے' ان کی حدود کے اندر اندر پالیسی میں کسی تبدیلی کی تجویز کی حوصلہ شکنی نہیں ہونی چاہئے!

آخری بات:

میں اگر اس کام کے تقاضوں کو دیکھتا ہوں اور اس کے بالمقابل اپنی بے بضاعتی اور اپنی کوتاہیوں کی طرف نظر جاتی ہے تو ہمت ٹوٹتی محسوس ہوتی ہے۔ مجھے اپنی کمزوریوں' خامیوں اور کوتاہیوں کا پورا احساس ہے اور صدقِ دل سے سمجھتا ہوں کہ مختلف اعتبارات سے مجھ سے کہیں بہتر صلاحیت رکھنے والے ساتھی میرے دائیں بائیں موجود ہیں۔

سابقہ قیادت کے مقابلے میں تو میں بہت سے اعتبارات سے نہایت کمتر ہوں۔ وسعتِ مطالعہ، بلندیٔ فکر، فہم و فراست، قوتِ کار، خطابت وغیرہ کے حوالے سے میں پاسنگ بھی نہیں۔ اگر آپ نے سابقہ معیارات پر مجھے پرکھنا چاہا تو ظاہر ہے شدید مایوسی ہوگی۔ تاہم اگر آپ نے گزشتہ ساڑھے چار سال سے میری تمام خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود مجھے بطور جانشین قبول کیا تو میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ آپ حضرات میری کمزوریوں اور کوتاہیوں کی تلافی اپنی محنت و صلاحیت اور بھرپور تعاون کے ذریعے کریں گے۔

آپ سے دعاؤں کی گزارش اور اللہ تعالیٰ سے اس دعا کے ساتھ اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں کہ:

میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہر کی آبرو
میں ہوں خزف تو تُو مجھے گوہر شاہوار کر!

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم (آمین)

اساتذہ کے لئے ضروری اطلاع

تعلیمی اداروں کے اساتذہ کے لئے اردو میں ایک کل پاکستان مقابلۂ مضمون نویسی منعقد کیا جارہا ہے۔ موضوع ہے ''پاکستانی معاشرے میں غیر اسلامی رسم ورواج''۔ مضامین وصول کرنے کی آخری تاریخ 30/نومبر 02ء ہے۔ انعامات و قواعد و ضوابط وغیرہ کی تفصیل خط لکھ کر منگوالیں۔

البلاغ فاؤنڈیشن، سرجی مڈ ہسپتال، ظفر علی روڈ لاہور

ای میل: anees287@one.net.pk فون: 5714411(Ext.3075)

منتقلیٔ امارت کے موقع پر

تنظیم اسلامی کے بانی ومؤسس کا بحیثیت امیر تنظیم اسلامی

ارکانِ مشاورت کے نام الوداعی پیغام

زمان ومکان کے حوالے سے اس بات کا شعور کہ ہم تاریخ کے کس مرحلے اور کس جگہ پر ہیں' کسی بھی دینی تحریک کے کارکنوں کے لئے بہت ضروری ہے۔ درحقیقت ہمارا وجود تاریخ کا ایک تسلسل ہے۔ تنظیم اسلامی کوئی bolt from the blue نہیں ہے کہ اچانک آسمان سے ٹپک پڑی ہو۔ بعض افراد اپنے کام کے بارے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ جو بھی فکر پیش کر رہے ہیں' وہ ان کا طبع زاد ہے۔ لیکن میرا طرزِ عمل اس کے برعکس یہ رہا ہے کہ میں نے اپنی ان چار sources کو بے شمار مواقع پر واضح کر دیا ہے کہ جن سے میں نے استفادہ کیا۔ تنظیم اسلامی دراصل جماعت اسلامی کی تحریک ہی کا تسلسل ہے۔

دیکھئے ہم نشاۃ ثانیہ کا لفظ بکثرت استعمال کرتے ہیں' تاہم اُمت مسلمہ کے حوالے سے یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ مسلمان قوم کی حیثیت سے اُمت کی اب نشاۃِ ثالثہ ہو رہی ہے' ثانیہ نہیں۔ دو مرتبہ کا عروج اور دو مرتبہ کا زوال یہ اُمت دیکھ چکی ہے۔ اس کے بعد یہ تیسری مرتبہ کا عروج ہے جس کی طرف ہم بڑھ رہے ہیں۔ اسلام کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ دراصل اسلام کی نشاۃِ ثانیہ ہے۔ اسلام صرف ایک ہی مرتبہ ابھرا تھا اور خلافت راشدہ کے بعد اس کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا ''اسلام جب ظاہر ہوا تو بہت اجنبی سا تھا' (کوئی اس کا جاننے پہچاننے والا نہیں تھا) اور عنقریب پھر وہ دوبارہ ویسا ہی ہو جائے گا۔ پس تہنیت اور مبارک باد ان لوگوں کے لئے ہے جو اس حالت غربت میں اسلام کے ساتھ چمٹے رہیں اور خود بھی اجنبی ہو

جائیں''۔ یعنی ماحول میں اجنبی ہو جائیں' انہیں دقیانوسی اور فنڈامنٹلسٹ کہا جائے۔ بہرحال خلافت راشدہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی اسلام کے زوال کا آغاز ہوگیا۔ البتہ امت کا عروج جاری رہا' جو کہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کے عہد میں اپنی Peak کو پہنچا۔ جبکہ اسلام مسلسل زوال پذیر رہا' سوائے یہ کہ نشاۃِ ثانیہ کا عمل دھیمی آنچ کے انداز میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ شروع ہوا۔

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے جس دور سے ہم گزر رہے ہیں' اس کا تعلق اسلام کے دوسرے ہزار سال سے ہے۔ جب دوسرا ہزار سال شروع ہوا تو اب تمام مجددینِ امت ہندوستان میں آئے ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی الف ثانیؒ تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا اصل کارنامہ یہ تھا کہ وحدت الوجود کے غلط تصور کے تحت جو ہمہ اوستی تصورات پیدا ہو گئے تھے' ان کا قلع قمع کیا۔ دوسرے' آپؒ نے اتباعِ سنت پر زور دیا' کیونکہ دینِ اکبری میں صرف اللہ کو ماننا ضروری تھا' رسالت سے تعلق توڑ کر انہوں نے مختلف مذاہب کے اشتراک سے اپنے لئے نئی شریعت وضع کر لی تھی۔ لہٰذا آپؒ نے اس فتنے کا سدباب کیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے بارہویں صدی ہجری میں علوم اسلامی کی تحقیق و تجدید کا کارنامہ سرانجام دیا اور قرآن مجید کے مطالب و معانی کو پہلی مرتبہ برصغیر پاک و ہند کے اندر متعارف کرایا۔ آپؒ نے قرآن کا فارسی ترجمہ کیا جو اس وقت کی سرکاری زبان تھی۔ بعد ازاں آپؒ کے دو بیٹوں نے اردو میں ترجمے کئے جو ابھی تک مستند تراجم سمجھے جاتے ہیں۔ تیرہویں صدی کے مجدد سید احمد بریلوی شہیدؒ تھے۔ آپؒ نے جہاد اسلامی کی روح کو زندہ فرمایا۔ اس میں ترتیب وہی تھی کہ پہلے لوگوں کی اصلاح ہو' تزکیہ نفس ہو' ان کی نیتیں درست ہوں' ان کے کردار درست ہوں اور پھر وہ غلبہ دین اور اقامت دین کے لئے جہاد کریں۔

اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ چودہویں صدی کے مجدد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تھے۔ انہوں نے بہت ہی باصلاحیت تلامذہ کی ایک ٹیم چھوڑی' فقہ میں مولانا انور شاہ کاشمیری' تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانی' سلوک میں مولانا اشرف علی تھانوی' انقلابی

نظریات میں مولانا عبید اللہ سندھی (رحمۃ اللہ علیہم)۔ بظاہر یہ ایک دوسرے سے متضاد اور مختلف شخصیتیں ہیں لیکن سب درحقیقت اسی شجر طیبہ کے پھل ہیں۔ دوسری بڑی بات آپ کی طرف سے یہ آئی کہ اب علماء کے اندر صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اُمت کی قیادت کر سکیں۔ لہٰذا آپؒ نے یہ تجویز پیش کی کہ ابوالکلام کو امام الہند مانو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلامی حکومت کے قیام کی جدوجہد کا آغاز کر دو۔ اگرچہ یہ تجویز مسترد کر دی گئی تاہم اس بات سے شیخ الہند کے وسعت قلبی و ذہنی ہی نہیں وسعت نظری و فکری کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آپؒ کے علاوہ چودہویں صدی ہجری میں چار جزوی مجددین بھی پیدا ہوئے۔ اسلام کے انقلابی فکر اور تصور کا مجدد اقبال ہے۔ اگرچہ اس انقلابی فکر کی منطقی انتہا کہ اس کام کے لئے ایک انقلابی جماعت قائم ہونی چاہئے وہ ان کی زندگی میں نہیں ہوا لیکن ان کے ذہن میں وہ نقشہ موجود تھا جو ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے حوالے سے ''اقبال کی آخری خواہش'' کے عنوان سے ہم نے ایک کتابچے میں شائع کیا ہے۔ حیرت انگیز طور پر بعینہٖ وہ نقشہ ان کے پیش نظر تھا جس نقشے پر تنظیم اسلامی قائم ہوئی ہے' حالانکہ میں سرے سے واقف ہی نہیں تھا کہ اس طرح کا کوئی معاملہ کبھی علامہ اقبال کا بھی تھا۔ اس کے بعد دعوت الی القرآن اور بیعت کی بنیاد پر تاسیسِ جماعت کے مجدد ابوالکلام تھے۔ اقامتِ دین کا تصور اور اس کے مختلف تقاضے اور اسلامی حکومت کیسے قائم ہوتی ہے' اس کے مجدد ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔ جبکہ مولانا الیاس صاحب نے ایک محدود انداز میں تبلیغ کی تجدید کی ہے' اسے ایک اتنا بڑا کام بنا دیا ہے کہ پوری دنیا کے اندر اس کا چرچا نظر آتا ہے۔ بہرحال اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے یہ مختلف مراحل میں نے آپ کے سامنے رکھے ہیں اور اب میرے نزدیک وہ آخری منزل دور نہیں ہے جب کہ احادیث کے مطابق کل روئے ارضی پر اسلام غالب ہوگا۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے' یہ بات قرآنی آیات کے صغریٰ کبریٰ سے بھی ثابت ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حضور ﷺ کو بھیجا گیا غلبہ دین کے لئے اور بھیجا گیا پورے عالم انسانیت کے لئے۔ لہٰذا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جب پورے

عالم انسانیت پر اللہ کا دین غالب ہوگا تو مقصد بعثت محمدیؐ پورا ہوگا۔ اس کے لئے واضح خوش خبریاں دی ہیں حضرت محمد ﷺ نے۔ میرے خیال میں یہ کام آئندہ ایک دو نسلوں میں ہو جائے گا۔ واللہ اعلم!

البتہ اس ضمن میں سورۃ الانشقاق کی آیات کے حوالے سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کام ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ کے مصداق درجہ بدرجہ ہوگا۔ یہ امتیاز صرف حضور ﷺ کو حاصل ہے کہ آپؐ نے ایک Life Span میں اسے مکمل کر دیا تھا۔ اب دوبارہ یہ کام ہوگا تو تدریجاً ہوگا۔ کسی کے دماغ میں یہ خناس نہیں ہونا چاہئے کہ میری زندگی میں یہ لازماً کام ہو جانا چاہئے۔ جس کے دماغ میں یہ خناس پیدا ہو جاتا ہے پھر وہ الٹی سیدھی تدبیریں اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح کسی جماعت کو یہ نہیں سمجھنا کہ ہم ہی واحد اس کام کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ بلکہ یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ دین کے اس تجدید کے عمل میں اور جماعتیں بھی اپنے اپنے مختلف انداز میں حصہ لے رہی ہیں۔ ان سب کی مساعی کا حاصل اس تجدیدی عمل کو آگے بڑھانے میں معین و مددگار ہے۔

یہاں تک تو یہ بات واضح ہوگئی کہ ہم کہاں کھڑے ہیں' زمان و مکان کے حوالے سے ہماری یہ تحریک کس حیثیت میں ہے۔ امارت کی منتقلی کے اس موقع پر میں اب چاہتا ہوں کہ اس تحریک کے جو محکم اساسات ہیں ان کو بیان کر دوں تا کہ ان چیزوں کو ہم مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ یہ نہ ہو کہ کسی وقتی صورت حال میں بہہ کر ہم کسی سائیڈ لین میں اتنے آگے نکل جائیں یا اتنے آگے بڑھ جائیں کہ پھر واپس آنا ممکن نہ ہو۔ ہماری تنظیم کی اساسات میں پہلی بات ہے دعوت بذریعہ قرآن۔ ہمارا مرکز و محور قرآن' اسی کو پڑھنا پڑھانا' سیکھنا سکھانا' اسی کے لئے عربی سیکھنا سکھانا ہونا چاہئے۔ یہ ہمارا محور رہے گا' مرکز رہے گا تبھی درحقیقت ہماری تنظیم صحیح نہج پر آگے بڑھے گی اور ہماری تحریک میں پیش رفت ہوگی۔ اس دعوت بالقرآن کے دو ہدف ہیں۔ سب سے پہلے دعوت الی اللہ اس سے میری مراد دعوتِ ایمان ہے۔ یعنی معرفت خداوندی کا گہرا ہو

جانا' اللہ کی محبت کا ہر چیز پر غالب آ جانا۔ دوسرا ہدف ہے دعوت الی سبیل اللہ یا دعوت الی الدین۔ اس دعوت دین کے اندر ہی فریضۂ اقامت دین کی ادائیگی بھی شامل ہے۔اس کام کے لئے مرکز ومحور'اس کی اساس'اس کا آلہ'اس کا ذریعہ قرآن ہے۔

ہماری دوسری اساس یہ ہے کہ وہ لوگ جوکم ازکم اس قدر ایمان کا ثبوت دے دیں کہ شریعت کے وہ احکام جن پر عمل کرنا ممکن ہو اس پر عمل پیرا ہوں' ان کی بیعت کی بنیاد پر تنظیم سازی کی جائے۔ یہ بیعت کا نظام ہم نے سوچ سمجھ کر منہاج محمدیؐ سے اخذ کرتے ہوئے اختیار کیا ہے' اس پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں' ہم بڑے استہزاء کا نشانہ بھی بنے ہیں۔۔خود ہم نے 77ء میں جب بیعت کی اساس کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو کہا تھا کہ ابھی کچھ عرصہ اس کا ذکر نہیں کریں گے۔ بہرحال ان ساری چیزوں سے ہم گزر چکے ہیں اور اللہ کا ہم پر بڑا فضل ہوا ہے کہ ہم نے ایک مردہ سنت کو زندہ کیا ہے یعنی بیعت کی بنیاد پر تنظیم قائم کی۔ یہ ہماری محکم اساسات میں سے ہے۔

ہماری اس تحریک کی تیسری اساس یہ ہے کہ ہمارے پیش نظر اصل ہدف رضائے الٰہی کے حصول اور اخروی نجات کی غرض سے دین حق کا قیام ونفاذ ہے۔

چوتھی اساس یہ ہے کہ اس کام کے لئے لائحہ عمل کے طور پر ہمارے سامنے اصل حجت منہج انقلاب نبویؐ ہے' ہم اسی کو حتی الوسع اختیار کریں گے۔ اس معاملے میں حضور ﷺ کے اسوہ کو ہر پہلو سے دیکھنا ہوگا۔ مثلاً جیسا کہ تزکیہ کا معاملہ ہے۔ اس ضمن میں بھی ہم حضور ﷺ کے منہج کو مدنظر رکھیں گے۔ ہمارے یہاں خانقاہی طرز کا تزکیہ نہیں ہے۔ بلکہ تزکیہ کا وہ طریقہ ہے جو حضور ﷺ نے اختیار فرمایا اسے ہم سلوک محمدیؐ یا سلوک قرآنی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں ذکر کا سب سے بڑا ذریعہ ''الذکر'' یعنی قرآن ہے۔ پھر نماز ہے اور اس کے بعد اذکار مسنونہ ہیں پھر کہیں جا کر اور کوئی اور ذکر ہے۔ اس مسنون سلوک میں نفس کے خلاف مجاہدہ کا اصل ذریعہ اقامت دین کی جدوجہد میں ''انفاق'' ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے مال خرچ کرو' اور یہ کہ جان بھی کھپاؤ۔ یہ مجاہدہ ہے نفس کے خلاف۔ یہی اصل سلوک ہے۔ باقی رہے سلوک

کے مروج طریقے یعنی وہ مراقبے اور چلے کاٹنا' غاروں میں چلے جانا تو یہ چیزیں ثانوی درجے کی ہیں۔ ان کا اس سلوک محمدیؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے جو آنحضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو تلقین فرمایا تھا۔ اقامت دین کی جدوجہد کے سلسلے میں جو بھی مخالف نفس کام کرنا پڑے وہی درحقیقت مجاہدہ مع النفس ہے۔

اس معاملے میں آخری اور اہم بات نوٹ رکھنے کی یہ ہے کہ اس جدوجہد میں سب سے کٹھن سب سے نازک مرحلہ Passive Resistence (صبر محض) کے مرحلے سے Active Resistence (اقدام) کی جانب منتقلی کا ہے۔ اس موقع پر بڑے گہرے غور و فکر کی ضرورت ہوگی۔ یہ نہ ہو کہ کہیں جذبات میں بہہ کر باطل نظام سے بالفعل ٹکر لینے کا فیصلہ کر دیا جائے' حالانکہ ابھی مناسب تیاری نہ ہوئی ہو' یعنی ''چوں پختہ شوی'' کا معاملہ ابھی نہیں ہوا' نہ ابھی مناسب تعداد ہے اور نہ ابھی تربیت مکمل ہوئی ہے۔ لہٰذا خوب سوچ سمجھ کر کہ ہاں اب واقعی ہم ''پختہ شوی'' کا مرحلہ طے کر چکے ہیں تب اس کا فیصلہ کرنا ہوگا۔

اب میں اپنی گفتگو کے تیسرے حصے کی طرف آ رہا ہوں۔ جس کے لئے ایک بڑا پیارا عنوان ہمارے کراچی کے ساتھی محمد سمیع صاحب نے اپنے ایک حالیہ خط میں قائم کیا ہے کہ ہماری تنظیم نے بعض مواقع پر Extra-Curricular Activities میں بھی حصہ لیا ہے۔ اس ضمن میں' میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا سبب کیا رہا۔ بلاشبہ ہم نے اپنے تنظیمی سفر میں ایسے کام بھی کئے جو ہمارے اپنے اس منہاج کا منطقی تقاضا نہیں تھے۔ بس وقتی طور پر ہم نے کسی شخص یا تحریک کے بارے میں خیر کی رائے قائم کی تو ہم نے کوشش کی کہ اس کا ساتھ بھی دیں۔ اس کا سبب ہمارا یہ گمان تھا کہ شاید اللہ کی نصرتِ خصوصی اس راستے سے آ رہی ہو۔ جیسا کہ سیرت میں ہمیں معلوم ہے کہ مدینے میں جو حالات بدلے وہ بعض اعتبارات سے بالکل غیر متوقع تھے۔ مدینہ میں تو ابھی حضور ﷺ کے قدم مبارک پہنچے بھی نہیں تھے۔ لیکن اللہ کی نصرت خصوصی کا ظہور ہوا اور سن 10 نبوی میں مدینے کی جانب ایک کھڑکی کھل گئی جس کے سبب حضور ﷺ

کی جدوجہد کو تقویت حاصل ہوئی۔ لیکن یہ حالات اللہ کی طرف سے خصوصی نصرت کا ظہور تھے۔ اسی خیال سے بعض مواقع پر ہم نے سوچا کہ شاید اللہ کی خصوصی نصرت سے یہ راستہ کھلا ہو۔ اس ضمن میں اگر ہم تنظیم اسلامی کی **27** سالہ زندگی کا جائزہ لیں تو ہم نے اس نوع کے سات معاملات میں حصہ لیا:

۱) پہلا معاملہ صدر ضیاء الحق کی شوریٰ میں میری شرکت کا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے پہلے ان کی طرف سے وزارت کی پیش کش آئی تھی جو میں نے رد کر دی تھی۔ کراچی میں صدر ضیاء الحق کے قریبی عزیز ڈاکٹر نور الٰہی صاحب جو ابھی زندہ ہیں ان کا پیغام لے کر آئے تھے۔ میں نے انکار کر دیا کہ نہیں میں اس قابل نہیں ہوں اور نہ ہی میں ان Corridores of Power میں کبھی گھوما پھرا ہوں' مجھے وہاں کے نہ آداب معلوم ہیں نہ طور طریقے' دوسرے یہ کہ آپ لوگ کام کرنے نہیں دیں گے کیونکہ اصل حکومت فوج کی ہے اور بدنام ہم ہوں گے کہ یہ کچھ نہیں کر سکے۔ لہٰذا میں نے معذرت کر لی اور انکار کر دیا تھا۔ جس پر ڈاکٹر نور الٰہی صاحب نے فرمایا تھا کہ مجھے یقین تھا کہ آپ یہی کہیں گے۔ خیر اس کے بعد شوریٰ کی پیشکش آئی تو وہ میں نے قبول کر لی۔ وہ اس لئے کہ اگر میں منبر پر کھڑے ہو کر نصح و خیر خواہی کے جذبے سے حکومت کو مشورے دیتا یا مطالبے کرتا ہوں کہ یہ کرو' یہ نہ کرو' تو اگر قریب جا کر کہنے کا موقع ملے گا تو شاید میری بات ان کی سمجھ میں آ جائے۔ تاہم سب جانتے ہیں کہ شوریٰ میں دو مہینے سے زیادہ میں نے نہیں گزارے۔ جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ ضیاء الحق کا اسلامی نظام قائم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے تو میں مستعفی ہو گیا۔ حالانکہ واقعتاً ان کا ارادہ ہوتا تو نظام مصطفیٰ تحریک کے نتیجے میں لوگوں کے جذبات جس درجے گرم ہو چکے تھے' کوئی بڑی رکاوٹ بیچ میں نہیں آ سکتی تھی۔

۲) اس کے بعد ہم متحدہ شریعت محاذ میں شریک ہوئے۔ بعد میں ہمیں احساس ہوا کہ جن لوگوں نے اسے شروع کیا تھا وہ مخلص نہیں تھے۔ کیونکہ پہلے انہوں نے

دھمکیاں دی تھیں کہ اگر رمضان المبارک کی 27 تاریخ تک شریعت بل پاس نہ ہوا تو اسمبلیاں چھوڑ دیں گے' لیکن رمضان شروع ہونے سے پہلے ہی انہوں نے کہہ دیا کہ سیٹیں ہم نہیں چھوڑیں گے۔ بہر حال ہم نے حسن ظن کی بنیاد پر ان کا ساتھ دیا تھا لیکن جب وہ حسن ظن ختم ہوا تو ہم بھی پیچھے ہٹ گئے۔

۳) تیسری شے ہمارا تحریک خلافت کا ڈول ڈالنا تھا کہ کوئی ایسی تنظیم بھی ساتھ ہو جس میں بیعت کی کڑوی گولی نہ ہو۔ اس میں ہم نے دیکھا کہ عوام کا رجوع بھی زیادہ تھا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ لوگ دستخط کرنے کو تو تیار تھے' لیکن عملی طور پر ملنے کو کوئی تیار نہیں تھا۔ بہر حال ہم نے جلد ہی اس کی بساط بھی لپیٹ دی۔ یہ نہیں تھا کہ اب شروع کیا ہے تو کرتے ہی رہنا ہے۔ بلکہ ہم سے ایک غلطی ہو گئی تھی جس کی اصلاح کر لی گئی۔

۴) چوتھا مرحلہ تکمیلِ دستورِ خلافت کی مہم کا ہے۔ 97ء کے الیکشن میں شریف فیملی کا برسر اقتدار آنا' مسلم لیگ کو وہ مینڈیٹ ملنا جو کہ 46ء کے مینڈیٹ سے بھی بڑھ کر تھا۔ اور شریف فیملی کی یہ شہرت کہ وہ نمازی روزہ دار فیملی مشہور تھی' مولویوں کی سرپرستی کرتی تھی' اس مہم کا سبب بنا۔ یہ نوٹ کر لیجئے کہ ہمارے ہاں ان کا ایک پیسہ بھی کبھی نہیں آیا' نہ تنظیم کو نہ انجمن کو۔ پھر وہ خاص معاملہ ہو گیا جس کی تفصیل میں نے کئی مرتبہ بیان کی ہے کہ حرم مکی میں میاں شریف سے ملاقات ہو گئی۔ جس کے نتیجے میں چاروں شرفاء یعنی میاں محمد شریف اور ان کے تین بیٹے میرے پاس چل کر آئے تو کچھ امید ہو گئی تھی کہ شاید دستوری وعدالتی ذریعے سے نفاذِ شریعت کی راہ ہموار ہو جائے۔ اس موقع پر تو میرے قریبی ساتھیوں میں مایوس ترین آدمی جناب سردار اعوان صاحب بھی پُر امید ہو گئے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب تو کچھ ہو ہی جائے گا۔ لہٰذا ہم نے تکمیل دستور خلافت کی مہم چلائی' لیکن جب دیکھا کہ حاصل کچھ نہیں تو اس راستے کو چھوڑ دیا۔

۵) اسی طرح ہم نے خود ایک متحدہ اسلامی انقلابی محاذ بنانے کا ڈول ڈالا۔ وہ بھی ناکام

ہو گیا تو اس کی بساط بھی لپیٹ دی۔

۶) اس کے علاوہ سود کے ضمن میں مطالباتی مہم میں بھی ہم نے حصہ لیا۔ اس معاملے میں بھی وفاقی شرعی عدالت کے تاریخ ساز فیصلے کے بعد عدالتی ذریعے سے ملک سے سودی نظام کے خاتمے کی جو توقع ہوئی تھی تو ہم نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ حکومت تو سودی نظام کے دفاع پر تل گئی ہے۔ اور سپریم کورٹ کے ذریعے اس ضمن میں کی گئی تمام تر پیش رفت کو غیر موثر بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ اب یا تو آپ میدان میں آ کر حکومت کو چیلنج کرنے کی پوزیشن میں ہوں لیکن ظاہر بات ہے کہ ہم ابھی اس پوزیشن میں نہیں لہٰذا زبانی کلامی احتجاج پر قناعت کرنا پڑی۔

۷) اوپر بیان کردہ معاملات وہ ہیں جو پاکستان کے حالات کے اندر ہم نے خود اختیار کیے، لیکن ایک معاملہ خارجی بھی درپیش ہوا۔ وہ یہ کہ افغانستان کے طالبان کا امکانی حد تک ہم نے ان کا ساتھ دیا۔ یہ صورت حال ہماری اختیار کردہ نہیں تھی۔ جب طالبان کی حکومت بنی تو شروع میں ہم نے اس کا نوٹس نہیں لیا۔ اس کے بعد ہم نے رفتہ رفتہ جب یہ دیکھا کہ انہوں نے کچھ اسلامی احکام بھی نافذ کئے ہیں تو ہم ان کی تائید میں آئے اور امکانی حد تک بھرپور انداز میں ان کے ساتھ چلے اور ان کی معاونت کی، اخلاقی طور پر بھی اور مالی طور پر بھی۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ داخلی یا خارجی اسباب سے اس کے راستے بند ہو چکے ہیں، اور جو توقعات ہم نے وابستہ کی تھیں ان کے پورا ہونے کا ابھی وقت نہیں آیا تو ہم وہاں سے بھی واپس ہوئے اور اصل طریقہ کار یعنی منہج انقلاب نبویؐ پر اب ہم نے یکسو ہونے کا فیصلہ کیا۔ بہرحال ان معاملات کے ضمن میں یہ واضح رہنا چاہئے کہ ہم نے کسی وقتی مصلحت کے طور پر ان معاملات کو اختیار نہیں کیا تھا جیسا کہ عموماً سیاسی جماعتوں کا انداز ہوتا ہے کہ اگر کوئی لہر چل رہی ہے تو اس لہر کے اوپر سوار ہونے کی کوشش کی جائے تاکہ لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کی جائیں، بلکہ فی الواقع ان کاموں کو کارِ خیر سمجھ کر اور اس توقع میں

کہ شاید ان ذرائع سے بھی اسلامی نظام کے قیام اور شریعت کے نفاذ کی راہ ہموار ہو سکے' ان کاموں میں حصہ لینے یا تعاون کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

البتہ اب تنظیم کی قیادت چھوڑتے ہوئے میری سب سے پہلی' سب سے بڑی اور سب سے محکم' سب سے مؤکد وصیت یہ ہے کہ تنظیم اپنا پورا زور ان محکمات اربعہ پر مرکوز کرے۔ اور آئندہ ان Side lanes کے اندر کسی معمولی Temptation سے تو داخل ہی نہ ہو۔ اس لئے کہ اب ثابت ہو گیا کہ Soft revolution (نرم انقلاب) نام کی کسی شے کا یہاں قطعاً کوئی امکان نہیں۔ جیسا کہ سود کے معاملے میں تجربہ ہوا کہ تیس سال کی جو محنت تھی وہ ایک دن میں ختم کر دی گئی۔ اس لئے کہ پاور جس کے پاس ہے' جج اس کی جیب میں ہیں۔ سارے اختیارات ان کے پاس ہیں' آپ کیا کر لیں گے۔ سوائے اس کے کہ آپ اسلامی انقلابی منہاج کے مطابق تیاری کے بعد اٹھ کھڑے ہوں اور چیلنج کر کے اس باطل نظام کا تختہ الٹیں۔ اس حوالے سے ایک تو یہ ہے کہ آئندہ وقتی طور پر اگر کچھ امکانی راستے سامنے آئیں بھی تو اول ان میں داخل ہی نہ ہوا جائے' ثانیاً یہ کہ اگر داخل ہوں تو جیسے ہی محسوس ہو کہ یہ بند گلی ہے تو فوری واپسی ہو۔

اسلامی انقلاب کے امکانات کے حوالے سے آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بین الاقوامی سطح پر حالات انتہائی خرابی کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ میں اپنے دس سال پہلے کی تحریر کے حوالے سے کہہ رہا ہوں۔ اپنی کتاب ''موجودہ اور سابقہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل'' کے آخری صفحات میں صحیح احادیث کے حوالے سے میں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ عربوں کے اوپر بہت شدید عذاب آئے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کے مستحق ہو چکے ہیں۔ ان کی مادری زبان میں اللہ کا کلام موجود ہے لیکن پھر بھی انہوں نے اس کو امام و رہنما نہیں بنایا۔ جو مسلم ملک نو آبادیاتی نظام کے تسلط سے آزاد ہوتا گیا وہ اسلام سے بھی آزاد ہو گیا۔ کسی نے واشنگٹن کو اپنا قبلہ بنا لیا اور کسی نے ماسکو کو۔ اس لئے ہم بدترین سزا کے مستحق ہو چکے ہیں اور اس کا آغاز کسی بھی وقت ہو جائے گا۔ عراق کے اوپر اگر حملہ ہو گیا اس کے کیا عواقب و نتائج ہوں گے' کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

لیکن حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہی زوردار ریلے میں گریٹر اسرائیل قائم ہو جائے گا۔ جیسا کہ 1967ء کی صرف چھ روزہ جنگ میں اسرائیل نے ایک طرف سے صحرائے سینا اور دوسری طرف سے بولان کی پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا تھا' اور پورا ویسٹ بینک لے لیا تھا' ایسے ہی اگر اب یہ معاملہ اٹھا تو اندیشہ ہے کہ ان ملکوں کا نام ونشان مٹ جائے گا' جیسا کہ احادیث میں خبریں موجود ہیں۔ یہ اردن' ترکی' یہ عراق اور یہ شام ان سب کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ حدیث میں صرف ضمانت اگر دی گئی ہے تو وہ یہ ہے کہ مدینہ پر قبضہ نہیں کر سکیں گے۔ مدینے کو بھی یہودی گریٹر اسرائیل میں داخل سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مدینہ سے نکالے گئے تھے' لیکن آنحضور ﷺ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق وہ مدینے میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ واجپائی کا بیان بھی آ گیا ہے کہ عراق کی طرح کی کوئی کارروائی ہم پاکستان میں بھی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا نا معلوم کیا ہو گا۔ اسی طرح نیوز ویک میں فرید زکریا صاحب نے ایک چونکا دینے والا مضمون لکھا ہے۔ میں مشورہ دوں گا کہ آپ سب حضرات اسے پڑھیں۔ اس مضمون میں جو بیان کیا گیا ہے وہ مستقبل قریب کے اعتبار سے ہمارے لئے انتہائی مایوس کن ہے۔ اس نے کہا ہے کہ یہ جو پچھلی صدی کے اندر احیائے اسلام کا ایک ابھار آیا تھا وہ ختم ہو چکا ہے' اس کا اب کہیں کوئی وجود باقی نہیں رہا۔ صورت حال بڑی تیزی کے ساتھ بدل گئی ہے۔ ان حالات میں سب سے بڑی شے جس کے ختم ہو جانے کا امکان ہے وہ یہ کہ ان تحریکوں کے خاتمے کے ساتھ وہ فکر نہ ختم ہو جائے۔ وہ انقلابی فکر جس کے بارے میں یہ وضاحت میں بارہا کر چکا ہوں کہ اس کا آغاز علامہ اقبال سے ہوا' اس پر پہلی بار جماعت سازی کی کوشش ابوالکلام آزاد نے کی' دوسری کوشش مولانا مودودی نے کی' تیسری تنظیم اسلامی کے نام سے ہم نے کی ہے۔ اس تنظیم اسلامی میں ہم نے اس انقلابی فکر کو آگے بڑھاتے ہوئے اللہ کے فضل وکرم سے بیعت کے معاملہ کو زندہ کیا ہے' منہج انقلاب نبویؐ کو واضح کیا ہے۔ ان چیزوں کی حفاظت کرنا' ان کو مؤکد کرنا' ان کو سینے سے لگا کر رکھنا بہت ضروری ہے تا کہ بالفرض اگر حالات بہت خطرناک اور بہت خراب ہو جائیں تو

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

اسلامی تنظیم میں سمع وطاعت کے تقاضے

حلقہ لاہور کے ملتزم رفقاء کے اجتماع سے
امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم ...... امّا بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرَّجیم ۔ بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم
﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۞ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۞ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۞ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۞ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۞﴾ ......(البقرۃ:۱۵۳۔۱۵۷)

محترم رفقاء تنظیم اسلامی ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہماری تنظیم اور تحریک کی رفتار پہلے بھی کبھی طوفانی قسم کی تو نہیں تھی' کبھی برق رفتاری کے ساتھ ہمارا کام آگے نہیں بڑھا ہے' جبکہ ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سی تحریکیں' تنظیمیں اور دعوتیں بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھی ہیں۔ لسانی عصبیت کی بنیاد پر ایم کیو ایم کی تحریک جس طرح جنگل کی آگ کی طرح پھیلی' وہ ہمارے سامنے ایک مثال ہے۔ فرقہ وارانہ عصبیت کی بنیاد پر سپاہ صحابہ کی تحریک جس طرح پھلی پھولی اور تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھی وہ بھی ایک اہم مثال ہے۔ ہمارے ہاں سوادِ اعظم جو ہے وہ بریلوی مکتب فکر سے متعلق ہے' چاہے رسماً نہ ہو لیکن اپنے ذہن' فکر' عقائد اور رسومات کے حوالے سے وہ اسی طبقے سے متعلق ہے ـــ اور بریلوی مکتب فکر نے تنظیمی اعتبار سے جو مختلف شکلیں اختیار کیں وہ بھی مثالیں ہمارے سامنے ہیں' وہ ہری پگڑی والے ہوں یا سیاہ پگڑی والے ہوں یا زیادہ polished انداز میں طاہر القادری

صاحب ، کی تنظیم ہو۔ بہر حال ہمارا جہاں تک معاملہ ہے' آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ہمیشہ دو الفاظ استعمال کئے ہیں Slow & Steady۔ پس اس سے زائد کی بات کبھی بھی نہیں رہی ۔ لیکن ادھر کچھ عرصہ سے ہمارے اوپر اضمحلال کچھ زیادہ ہی طاری ہے' افسردگی کی کیفیت ہے' بلکہ کافی حد تک جمود ہے۔ اور اس کا اصل سبب وہ حادثات ہیں کہ جن سے ہمیں حال ہی میں دوچار ہونا پڑا ہے۔ سب سے عظیم حادثہ طالبان کے ساتھ جو کچھ افغانستان میں ہوا' وہ ہم سب کے لئے بہت بڑے صدمے کا موجب ہوا۔ اس صدمے نے ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس سے افسردگی طاری ہوئی اور اس کا نتیجہ اضمحلال کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور یہ تمام چیزیں فطری اور طبعی ہیں۔ چونکہ کچھ امیدیں وابستہ ہو گئی تھیں' کچھ توقعات ہم نے قائم کر لی تھیں' لہٰذا وہ سارا محل جب ایک دم دھڑام سے زمین بوس ہوا تو یقیناً اس کے جو نتائج وعواقب (repercussions) تھے وہ قابل فہم ہیں ۔

اس کے بعد اس کے اثرات ذرا کم ہوئے تھے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ربوا کے بارے میں جو آیا ہے اس نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ زیادہ لوگوں نے اس کو محسوس نہیں کیا' لیکن میں نے اور بعض دوسرے رفقاء نے پوری شدت کے ساتھ اسے محسوس کیا ہے۔ چنانچہ مجھ پر بہت سخت صدمے اور افسردگی کی کیفیت طاری رہی ہے اور میں نے اسے ڈپریشن سے تعبیر کیا۔ میں نے سب کے سامنے کہا کہ میں اس وقت ڈپریشن کی کیفیت سے گزر رہا ہوں۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید یہ شدید ترین اثر مجھ ہی پر ہوا ہے' مگر بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے بعض اور رفقاء کا حال بھی کچھ اس کے لگ بھگ ہے اور ان پر بھی شدید صدمہ' کرب اور رنج وغم کی کیفیت طاری ہے۔ لیکن یہ جو موقع ہے یہ درحقیقت ہمارے صبر وثبات اور استقلال کے لئے ایک بہت بڑے امتحان کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی لئے میں نے آج یہ آیات تلاوت کی ہیں:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ ''اے اہل ایمان! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو''۔ عربی زبان میں صبر دراصل کہتے ہیں: اپنے آپ کو روکے رکھنا' تھامے رکھنا' حالات سے متاثر نہ ہونا' اونچ نیچ سے زیادہ تاثر نہ لینا' نہ تکلیف سے

بددل ہونا اور نہ ہی اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بوچھاڑ ہو جائے تو اس سے متاثر ہونا۔ یعنی جماؤ' ٹھہراؤ' دوام' تسلسل اور استقلال کی کیفیت کے لئے درحقیقت لفظ صبر کا استعمال ہوتا ہے۔ فرمایا: ''اے اہل ایمان! مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے''۔ اور آپ اندازہ کیجئے' نماز تو دین کا ستون ہے ((اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ)) مگر اس کا ذکر بھی بعد میں ہے' صبر کا پہلے ہے۔ اگر اپنی طبیعت کے اندر یہ ٹھہراؤ اور جماؤ نہ ہو تو گویا نماز بھی اس درجے مفید نہیں ہوگی۔ اس کی برکات کے ظہور کے لئے شرطِ اوّل صبر ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴾ ''یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ انہیں اللہ کی معیت حاصل ہے۔

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مردہ نہ کہو' بلکہ یہ زندہ ہیں' مگر تمہیں اس کا شعور نہیں ہے''۔ ظاہر بات ہے جتنے بڑے پیمانے پر طالبان نے اور القاعدہ کے لوگوں نے اپنی جانیں اس وقت پیش کی ہیں اور جام شہادت نوش کیا ہے ہم نے ان کی جدوجہد کو خالص جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا ہے۔ ہم اپنے موقف پر پوری طرح مطمئن ہیں اور اس جہاد فی سبیل اللہ میں یہ جانیں گئی ہیں تو یقیناً شہادت کے جو بلندترین مراتب ہیں ان پر یہ حضرات فائز ہوئے ہیں۔

اس صورت حال میں ہمارے لئے جو امتحان ہے اس کی طرف اشارہ اگلی آیت میں ملتا ہے: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴾ ''اور ہم ضرور تمہیں کسی قدر خوف وخطر' فاقہ کشی' جان و مال کے نقصانات اور ثمرات کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے''۔ ہمارے لئے اس وقت خوف کی کیفیت بھی ہے۔ پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے طرح طرح کے شکوک وشبہات ہیں۔ میں اپنے کل کے خطاب جمعہ میں بھی ایک انگریزی مضمون کا حوالہ دے چکا ہوں کہ پاکستان میں لکھا جانے والا اور پاکستان کے ایک انگریزی روزنامہ میں شائع ہونے والا مضمون کس قدر مایوسی کا عکاس ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صورت حال ہمارے لئے یقیناً صدمے اور تشویش میں اضافے

کا موجب ہے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبہ اسلام کے حوالے سے ہماری تو پاکستان کے مستقبل سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔

الفاظ قرآنی ﴿ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ﴾ میں خاص طور پر ''ثمرات کے نقصان'' سے مراد کیا ہے؟ ثمرات کا عام ترجمہ پھل کیا جاتا ہے' لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ میں جب بھی اس مقام سے گزرا ہوں میں نے اسے 'محنتوں کا حاصل'' سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی انسان یہ دیکھے کہ ہمارے اتنے عرصے کی محنتیں تھیں اور وہ چشم زدن میں ختم ہوگئیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال شریعت اپیلیٹ بنچ کا یہ فیصلہ ہے جو سود پر آیا ہے۔ تقریباً ربع صدی کی محنت کو اس ایک فیصلے نے زیرو کر دیا ہے اور ہم پھر Square One میں پہنچ گئے ہیں۔ اور اب اس Square One میں کھڑے ہو کر بھی جدوجہد کرنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہے' اس لئے کہ وہ آخری تلوار تو ان کے ہاتھ میں ہے' جب چاہیں گے چلا دیں گے۔ اگر اس موقع پر انہوں نے مولانا تقی عثمانی صاحب کو ہٹا کر اور دو بالکل غیر معروف قسم کے لوگوں کو اس شریعت اپیلیٹ بنچ کے جج بنا کر بٹھا دیا اور جو فیصلہ چاہا حکومت نے لے لیا تو یہ کام کبھی بھی ہو سکتا ہے۔ تو یہ محنتیں جو اتنی ضائع ہوئیں تو اب دوبارہ اس محنت کو کرنے پر طبیعت بمشکل آمادہ ہوگی۔

﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴾ ''(اے نبیؐ!) بشارت دے دیجئے صبر کرنے والوں کو''۔ پھر نوٹ کیجئے' صبر سے مراد جمے رہنا' ڈٹے رہنا' کھڑے رہنا' اپنے آپ کو روکے رکھنا' تھامے رکھنا۔ اس حوالے سے میں اس وقت صبر کی ایک خاص نوعیت کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ ایک صبر ہوتا ہے ایذاء پر' تکلیف پر' مصیبت میں' بھوک میں' فقر و فاقہ میں' جنگ میں' جبکہ ایک صبر ہے اپنے موقف پر ڈٹے رہنا' کھڑے رہنا اور اپنے فکر پر استقامت کا مظاہرہ کرنا۔ اس لئے کہ ایسے مواقع پر قدم ڈگمگانے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ شعر میں نے اپنی تقاریر میں بہت مرتبہ پڑھا ہے' مجھے بہت پسند ہے۔

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے\
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے!

غالب کے خیال میں یہ ''خیالِ یار'' کچھ اور ہوگا' میرے نزدیک یہ ہمارا دینی فکر ہے' اس کے بارے میں کہیں شکوک وشبہات نہ پیدا ہو جائیں' اس کے بارے میں تزلزل نہ پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اگر وہ ہو گیا تو پھر تو یہ تحریک ختم سمجھو۔ اس کی ساری جڑ' بنیاد اس دینی فکر کے اوپر ہے' ساری عمارت اس پر قائم ہے۔ اس حوالے سے میں ہر شخص کو دعوت دوں گا کہ دروں بینی کرے' اپنا محاسبہ کرے' اپنا تنقیدی جائزہ لے' اپنے گریبان میں جھانکے کہ ہمارے فکر کے جو بنیادی امور ہیں ان کے بارے میں کہیں کوئی تزلزل' کوئی شک وشبہ' کسی طرح کا کوئی ضعف واضمحلال تو پیدا نہیں ہو گیا۔ اپنے اس فکر کو تین حوالوں سے ذہن میں تازہ کر لیجئے۔

ہمارے دینی فکر کی تین اساسات

۱) فریضہ اقامت دین اور اس کے لئے التزام جماعت کی شرط

اقامت دین کی جدوجہد فرض عین ہے' تاہم دین کو قائم کر دینا ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ اس ضمن میں بہت سے عوامل اور بہت سے فیکٹرز ہمارے کنٹرول میں نہیں ہیں' ہمارے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں۔ اس میں اصل فیصلہ کن شے مشیت ایزدی ہے کہ اللہ کب چاہتا ہے کہ یہ کام ہو۔ لیکن اس کے لئے مسلسل جدوجہد کئے چلے جانا فرض عین ہے۔

تا دمِ آخر دمِ فارغ مباش
اندریں رہ مے تراش و مے خراش!

اس کے ضمن میں اگر کبھی بھی آپ حضرات کو کوئی ضعف محسوس ہو تو فوراً اس کا تدارک کیجئے۔ اس لئے کہ چاروں طرف ہوائیں تو مختلف قسم کی ہیں۔ ایسے دانشور قسم کے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ سب خلل ہے دماغ کا! یہ دین کی کوئی بنیادی بات ہے ہی نہیں۔ کچھ لوگ جو ایسی تحریکوں سے وابستہ تھے' انہوں نے ان تحریکوں سے مایوس ہو کر ''انگور کھٹے ہیں'' والا تصور اختیار کر لیا ہے کہ یہ تصور ہی صحیح نہیں ہے۔ ظاہر بات ہے جس ماحول میں ہم رہتے ہیں اور جس قسم کے خیالات اِدھر اُدھر سے آتے ہیں وہ اثر

انداز ہوتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو کوئی رعایت دیئے بغیر بالکل غیر جانب دارانہ طور پر اپنا جائزہ لے کہ آیا میرا دل اس پر ٹھکا ہوا ہے کہ اقامت دین کی جدو جہد فرض عین ہے اور اس کے لئے التزامِ جماعت شرط لازم ہے۔ بہر حال اس ضمن میں اگر کسی درجے میں بھی کوئی اضمحلال محسوس ہو' کوئی کمی محسوس ہو تو اس کے ازالے کے لئے' اور نہ بھی ہو تو اسے ازسرِ نو prop up کرنے کے لئے' اس فکر کو مزید قوی کرنے کے لئے چند کتابوں کا حوالہ دے رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اس دور میں آپ حضرات کو ان کا ازسرِ نو مطالعہ کر لینا چاہئے' خواہ پہلے آپ نے کیا ہو: (۱) نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت۔ (۲) فرائض دینی کا جامع تصور۔ (۳) مطالبات دین۔ (اس کتاب میں فرائض دینی کا جامع تصور وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔) (۴) جہاد فی سبیل اللہ۔ (۵) توحید عملی۔ (۶) اسلامی نظم جماعت اور بیعت۔ میرے نزدیک ان چھ کتب کا مطالعہ مفید ہوگا' چاہے آپ یہ محسوس کریں کہ میرے تصور میں کوئی کمی نہیں ہے' میرے یقین اور ایقان کے اندر کوئی ضعف نہیں ہے' پھر بھی اگر ازسرِ نو مطالعہ کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً یہ فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔

۲) منہج انقلاب نبویؐ

یہ ہمارے فکر کی دوسری اساس ہے۔ بعض اعتبارات سے ہمیں مختلف مواقع پر اس میں ضعف کا احساس ہوا۔ مثلاً ایک وقت آیا تھا کہ الجزائر میں انتخابات کے ذریعے سے محسوس ہوتا تھا کہ اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ پھر ایک وقت آیا کہ ترکی میں اربکان صاحب کے ذریعے سے امکان پیدا ہوا کہ شاید اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔ وہ دونوں معاملات تو بڑی جلدی ختم ہو گئے' لیکن خود افغانستان کے معاملہ پر یہ صورت حال پیدا ہوئی کہ ہمارے بہت سے رفقاء یہ سوچنے لگے کہ ہم تو ''منہج انقلاب نبویؐ'' کی بات کرتے رہ گئے اور وہاں اللہ کا دین قائم ہو گیا اور اسلامی حکومت بن گئی۔ اس معاملے نے یقیناً ہمارے رفقاء کو کچھ دیر کے لئے ہلا دیا تھا۔

یہاں میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہ موقف عقلی بنیادوں پر استوار

ہونے کے علاوہ امام مالکؒ کے قول اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر مبنی ہے۔ امام مالکؒ کا قول ہے: ''لَنْ یَصْلُحَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُه'' کہ اس اُمت کے آخری حصے کی اصلاح ہرگز نہیں ہو سکے گی مگر اسی طور سے جیسے اس کے پہلے حصے کی ہوئی''۔ اور میں آج غور کر رہا تھا تو میرا ذہن ادھر منتقل ہوا کہ جو احادیث ہم نے بہت عام کی ہیں' ان میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث بھی ہے جس میں حضور ﷺ نے پانچ ادوار گنوائے ہیں' پہلا اپنا دورِ سعادت' یعنی دورِ نبوت' پھر دورِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ' پھر مُلْكًا عَاضًّا' یعنی کٹ کھنی ملوکیت' پھر مُلْكًا جَبرِيًّا یعنی دورِ غلامی اور پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ تو اس حدیث کا متن چاہے اُس وقت تک زیادہ عام نہ ہوا ہو اس کا مفہوم عام تھا' ورنہ امام مالک کے قول میں یہ جو اول و آخر کے الفاظ آئے ہیں یہ کہاں سے آ گئے؟ ''آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ'' یعنی اس اُمت کا آخری دور پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا ہے' وہ تو اسی حدیث کی رو سے معلوم ہوا۔ اُمت کا پہلا دور بھی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے۔ اس سے پہلا دور تو دورِ نبوت ہے۔ اُمت کا پہلا دورِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا ہے۔

اور یہی بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔ آپؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کرتے وقت جو خطبہ دیا اس میں یہ الفاظ ہیں ''اِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا یَصْلُحُ آخِرُهٗ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُه''۔ یہاں ''هٰذَا الْأَمْرُ'' سے خلافت کے علاوہ کون سی چیز مراد لی جا سکتی ہے؟..... ''اس معاملے کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہو سکے گی مگر اسی طور سے جس طور سے پہلے حصے کی ہوتی ہے''۔ یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دورِ ثانی بھی اسی طرز کی جدوجہد کے بعد آئے گا جیسی جدوجہد اس کے دورِ اوّل کے لئے کی گئی تھی۔

اس پر ظاہر ہے کہ ہمارا دلی اطمینان لازم ہے۔ اور افغانستان میں جو کچھ ہوا اس کے بعد ہمیں اپنے فکر پر از سرِ نو جم جانا چاہئے۔ وہاں ممکن ہے گوریلا سرگرمیاں شروع ہو جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں سے وہ امریکیوں کو بھگانے میں کامیاب ہو جائیں لیکن اسلام وہاں پھر بھی نہیں آئے گا بغیر اُس منہاج کے کہ جو محمد عربی ﷺ سے منقول

ہے۔اس کے لئے لوگوں کے ذہنوں کو تیار کرنا پڑے گا۔عوام کے ذہن جو تبدیل نہیں ہوئے تھے اس کا نتیجہ دیکھ لیا کہ چشم زدن میں کابل کی فضا بدل گئی۔ وہ کابل جسے ہم شریعت کا پابند کابل دیکھ کر آئے تھے وہاں دیکھتے ہی دیکھتے ایک دم ویڈیو کی دکانیں کھل گئیں' ایک دم سینما شروع ہو گئے' ایک دم گندگیاں پھیل گئیں' ایک دم داڑھیاں مونڈ لی گئیں۔اس لئے کہ ذہن نہیں بدلے تھے' لوگوں کے اندر انقلاب نہیں آیا تھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ (الرعد:۱۱) اس آیت کا ترجمہ اس شعر کی صورت میں کیا گیا ہے ۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!

چنانچہ جب تک لوگوں کے اپنے نفوس کی کیفیت نہیں بدلتی قوم کے حالات نہیں بدلیں گے۔اس حوالے سے ہمیں اب اور مؤکد ہو جانا چاہئے۔ ہمارا یقین' ہمارا وثوق' منہج انقلاب نبویؐ کے ساتھ ہمارا ذہنی رابطہ' رشتہ اور تعلق مضبوط تر ہونا چاہئے۔اس کے لئے بھی مشورہ دوں گا کہ کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' کا پھر مطالعہ کر لیجئے' ہمت کیجئے اور اسے پڑھ جایئے۔ اور اگر وہ زیادہ طویل معلوم ہو تو خطبات خلافت میں جو آخری (چوتھا) خطبہ ہے اسے پڑھ لیں' وہ مختصر ہے۔میرا خیال ہے وہ ۳۰'۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس خطبے میں ''منہج انقلاب نبویؐ'' کا خلاصہ موجود ہے۔لیکن کوشش کیجئے کہ ''منہج انقلاب نبویؐ'' ہی کو دوبارہ پڑھ لیا جائے۔

۳) نظام بیعت اور اس کے تقاضے

ہمارے دینی فکر کی تیسری بنیاد بیعت مسنونہ ہے۔اس کے بارے مجھے آج ذرا قدرے تفصیل سے عرض کرنا ہے۔ ہم نے بیعت کی بنیاد پر تنظیم قائم کی ہے۔ ایک اعتبار سے تو ہم نے تنظیم میں بیعت کے تقاضوں کو پورا کیا ہے' لیکن ایک اعتبار سے ابھی تک ہم پر بیعت کے تقاضوں کا شعور پورے طور سے واضح نہیں ہے۔ قانونی اور دستوری سطح پر ہمارے ہاں بیعت کا نظام قائم ہے۔آپ لوگ مجھ سے بیعت کر کے تنظیم

میں شامل ہوئے ہیں۔ یہ طے ہے کہ کوئی بھی معاملہ ہو اس میں آخری فیصلہ میرا ہوگا۔ شوریٰ کی حیثیت مشورہ دینے والوں کی ہے' لیکن ایسا نہیں ہے کہ ووٹوں کی گنتی کے ذریعے سے کوئی فیصلے ہوں گے' اگرچہ اس کی نوبت شاذ ہی کبھی آئی ہے کہ میں نے شوریٰ کے اکثریتی رائے کے خلاف کوئی فیصلہ دیا ہو۔ غالباً ایک موقع پر آئی ہے' اس میں بھی ایک دو ووٹ کا فرق تھا۔ اصولاً یہ طے ہے کہ شوریٰ میں ووٹوں کی گنتی کی بنیاد پر فیصلے نہیں ہوں گے' شوریٰ اپنی رائے دے گی مگر فیصلہ امیر کے ہاتھ میں ہوگا۔ یہ نظم تو ہم نے اللہ کے فضل و کرم سے بنالیا' قائم کرلیا' چلا بھی لیا' اس کا ایک نمونہ بھی دنیا کے سامنے پیش کر دیا' لیکن دو پہلوؤں سے ابھی ہمارے ہاں بڑی کمی ہے۔ اولاً سمع و طاعت کی روح ابھی ہمارے ذہنوں میں راسخ نہیں ہوئی ہے۔ اور ثانیاً: عہدے داروں کے عزل ونصب کے سلسلے میں اس نظام بیعت کا جو تقاضا ہے وہ بھی ہم پر پوری طرح واضح نہیں ہے۔ میں ان دونوں باتوں کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

سمع و طاعت کی روح کا جہاں تک میرے ساتھ تعلق ہے' میں مطمئن ہوں کہ مجھ سے رفقاء کا سمع و طاعت کا تعلق قائم ہے' برقرار ہے۔ وہ میرا حکم سنتے ہیں اور مانتے ہیں' عمل میں کوتاہی ہو جانا دوسری بات ہے۔ لیکن اصل میں سمع و طاعت تو ایک chain ہے۔ کسی بھی تنظیم یا تحریک کے اندر سمع و طاعت صرف ایک ہی شخص کی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو مرحلہ وار ہوتی ہے۔ ایک امیر تنظیم ہے' اس کے نیچے صوبائی امراء ہیں' ان کے نیچے حلقہ جاتی امراء ہیں' پھر ان کے نیچے مقامی امراء ہیں۔ اس طرح یہ ایک پورا سلسلہ ہے' اور جب تک اس پوری chain کے اندر' جس کو لائن آف کمانڈ کہا جاتا ہے' یہ روح سرایت کئے ہوئے نہ ہو' سمع و طاعت کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ اگر آپ کو کسی سطح پر اختلاف ہے تو اپنے سے اوپر پہنچا دیجئے۔ مقامی امیر سے اختلاف ہے تو یہ اختلاف حلقے کے امیر کو پہنچا دیجئے' حلقہ کے امیر سے اختلاف ہے تو امیر تنظیم کو پہنچا دیجئے۔ لیکن سمع و طاعت ضروری ہے۔

حدیث شریف کے یہ الفاظ اچھی طرح نوٹ کر لیجئے:

((الا ان تروا کفرا بواحا عندکم فیه من اللّٰہ برھان))

ہم نے ان الفاظ کو زیادہ Hightlight نہیں کیا ہے۔ یہ اُسی روایت کے اندر ہیں جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ہے اور جسے ہم نے اپنی بیعت کی بنیاد بنایا ہے:

بایعنا رسول اللّٰہ ﷺ علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وعلی اثرۃ علینا وعلی ان لا ننازع الامر اھلہ وعلی ان نقول بالحق اینما کنا لا نخاف فی اللّٰہ لومۃ لائم

متفق علیہ الفاظ تو یہی ہیں' بخاری اور مسلم دونوں کے۔ البتہ مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

((الا ان تروا کفرا بواحا عندکم فیہ من اللّٰہ برھان))

ذرا نوٹ کر لیجئے کہ اس جملے کا ترجمہ کیا ہے: '' اس سمع و طاعت سے دست کش ہو سکتے ہو صرف اس شکل میں کہ تم کسی کھلے کھلے کفر کو دیکھو جس کے لئے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل موجود ہو''۔ آپ ثابت کر سکیں کہ یہ کفر ہے تب آپ کہہ سکتے ہیں: ''لا سَمْعَ وَلا طَاعَۃَ'' کہ نہ ہم سنیں گے نہ اطاعت کریں گے!

اب نوٹ کیجئے کہ حدیث بالا میں مذکور سمع و طاعت رسول اللہ ﷺ سے مراد تو ہو ہی نہیں سکتی۔ کیا حضور ﷺ کی طرف سے بھی کبھی کفر بواح کا امکان ہے؟ معاذ اللہ' ثم معاذ اللہ۔ ظاہر بات ہے کہ نہیں ہے۔ اسلام کا تو معیار آپؐ ہیں۔ آپؐ ہی کا فرمودہ درحقیقت اسلام کا قانون ہے۔ تو یہ درحقیقت ماتحت امارتوں کے بارے میں ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کے اندر یہ شق بھی ہے: ''وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا'' چاہے آپ دوسروں کو ہم پر ترجیح دے دیں۔ یعنی آپ ہم پر کسی کو امیر بنا دیں تو ہم آپ پر اعتراض نہیں کریں گے بلکہ شکوہ و شکایت بھی نہیں کریں گے کہ حضور! ہم آپ کے پرانے جاں نثار رفقاء ہیں' پرانے ساتھی ہیں' آپ نے ایک نووارد کو یا ایک نوعمر کو ہمارے اوپر امیر کیسے بنا دیا؟ نہیں۔ یہ آپ کا مطلق اختیار ہوگا' آپ جسے چاہیں امیر بنائیں۔ اب اس کے بعد یہ الفاظ آتے ہیں:

وعلی ان لاّ ننازع الامر اھلہٗ ــــ الاّ ان تروا کفرًا بواحًا عندکم فیہ من اللّٰہ برھانٌ

ظاہر بات ہے کہ تمہیں ان امراء سے جھگڑنے کی اجازت نہیں ہے' ان سے بھی تمہارا سمع و طاعت کا وہی انداز رہے گا' الا یہ کہ تم کسی کھلے کھلے کفر کو دیکھو' جس کے لئے تمہارے پاس دلیل ہو کہ یہ کفر ہے۔ یہ نہیں کہ میرا دل کہتا ہے کہ یہ کفر ہے۔ آپ کا دل کوئی شے نہیں ہے:

اِیْتُوْنِیْ بِشَیْءٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ حَتّٰی اَقُوْل

کسی شے کے کفر ہونے کا فیصلہ اللہ کی کتاب سے ہوگا یا اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے ہوگا' آپؐ کے فرمودات سے ہوگا۔ تو یہاں اصل میں جو بات میں آپ پر واضح کرنا چاہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ نچلی سطح پر ہمارے ہاں امراء کا وہ وقار' ان کا لحاظ اور ادب' ان کے ساتھ نصح و خیر خواہی' ان کے ساتھ سمع و طاعت کا تعلق بہت زیادہ کمزور ہے۔ حالانکہ میں اس سے پہلے بہت سے مواقع پر یہ حدیث آپ کو سنا چکا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ' وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ ' وَمَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ ' وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ))

''جس نے میری اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی' اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی' اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی''۔

اس حدیث کو ہمیں ہمیشہ اپنے ذہنوں میں اور اپنے شعور میں تازہ رکھنا چاہئے۔ جب تک کہ ہمارا سمع و طاعت کا نظام اُسی طرح پوری لائن آف کمانڈ کے اندر جاری و ساری نہ ہو سمع و طاعت کے تقاضے پورے نہ ہوں گے۔ جیسا کہ غزوۂ احد کے موقع پر ہوا تھا۔ میرا تجزیہ ہے کہ پینتیس تیر انداز جو اپنی جگہ چھوڑ گئے تھے' اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قول کی تاویل کر لی تھی۔ میں یہ بات ماننے کو قطعاً تیار نہیں ہوں اور لوگوں کی

اس بات کے ساتھ میرا قطعاً اتفاق نہیں ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی۔ انہوں نے درحقیقت حضور ﷺ کے قول کی تاویل کی' کہ حضور نے جو ہمیں کہا تھا کہ یہاں سے نہ ہلنا چاہے تم دیکھو کہ ہم سب قتل ہو گئے ہیں اور پرندے ہمارا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں' تو یہ شکست کی کیفیت میں کہا تھا' اب تو فتح ہو گئی ہے' لہٰذا جو آپ ﷺ کا فرمان ہے وہ اس صورت حال میں لاگو نہیں ہو رہا۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ حضور ﷺ نے ان پچاس تیراندازوں کے اوپر جنہیں امیر بنایا تھا' وہ تو آخری وقت تک انہیں روکتے رہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی گئی۔ اور اس پر وہ سزا ملی ہے کہ پھر فتح شکست میں تبدیل ہوئی اور ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ خود حضور ﷺ اتنے شدید مجروح ہوئے اور آپؐ کا اتنا خون بہہ گیا کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے اور خبر آ گئی کہ آپؐ شہید ہو چکے ہیں۔ تو یہ 'اَمِیــری' (میرے مقرر کردہ امیر) کا معاملہ ہے۔

اس لائن آف کمانڈ کے اندر سمع و طاعت کی روح کو سرایت کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ صرف مجھ ہی سے بیعت سمع و طاعت ہے' بلکہ یہ سمع و طاعت ہمارے ہاں درجہ بدرجہ پھیلنی چاہئے' ہر امیر تک پہنچنی چاہئے۔ جیسے ایک درخت اور اس کی شاخیں ہوتی ہیں۔ جڑ سے جو غذا آ رہی ہے وہ تمام شاخوں میں جا رہی ہے' تمام ٹہنیوں سے ہوتی ہوئی پتوں تک جا پہنچتی ہے۔ اسی طرح یہ روحِ سمع و طاعت ہر سطح تک پہنچنی چاہئے۔ اور صرف سمع و طاعت نہیں' نصح و خیر خواہی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پیش نظر رہنا چاہئے ((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ)) قِیْلَ لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ : ((لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ)) نچلی سطح کے ذمہ دار حضرات ''اَئِمَّۃُ الْمُسْلِمِیْنَ'' نہیں ہیں تو کون ہیں؟ چاہے وہ پانچ چھ آدمیوں پر ایک نقیب ہے اور چاہے ۲۵' ۳۰' ۴۰ کے اوپر ایک امیر ہے اور چاہے ۱۰۰' ۲۰۰' ۴۰۰ آدمیوں پر ایک امیر حلقہ ہے۔ ظاہر بات ہے ان میں سے ہر شخص اپنی جگہ پر ایک امام ہے۔ ان کے ساتھ نصح و خیر خواہی ہو' ان کے لئے بدخواہی نہ ہو۔ اسی طرح ان کے لئے تنہائیوں میں دعائیں مانگی جائیں۔ ان کی طرف سے اگر کبھی یہ بھی خیال ہو کہ انہوں نے مجھ پر

زیادتی کی ہے تو اس پر معاف کرنا' صبر کرنا' جھیلنا۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا۔ اور اگر اس نے واقعتاً زیادتی کی ہے تو وہ اپنی بہت سی نیکیاں قیامت کے دن آپ کے پلڑے میں ڈالے گا۔ آپ کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ آپ نظم جماعت کی خاطر جھیل جایئے' برداشت کر جایئے۔ جس اعلیٰ نصب العین اور جس مقصد کے لئے ہم نے یہ سارا کھکھیڑ مول لیا ہے' یہ جماعت بنائی ہے' جس کے لئے یہ سارا نظم ہم نے اختیار کیا ہے' اس کے لئے ان کی زیادتیوں کو بھی برداشت کیا جائے۔ اگر وہ زیادتی کر رہے ہیں تو اللہ کے ہاں جواب دہ ہوں گے۔

دوسرا معاملہ مناصب کے نصب وعزل کا ہے۔ یہ جو تنظیمی عہدے ہیں' امیر ہیں' نقیب ہیں' امیر حلقہ ہیں' مرکزی ناظمین ہیں' ان مناصب کا نصب اور عزل کلیتاً مُبایع کا صوابدیدی اختیار ہے۔ (باب مفاعلہ میں مُبایِع : بیعت کرنے والا اور مُبایَع مفعول بنے گا کہ جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی) یہ اس کا اختیار مطلق ہے' اس کو اس کے لئے کہیں دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے' وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے' وہ کسی کو مطمئن کرنے کا پابند نہیں ہے۔ یہ اس کا اختیار ہے جس کو چاہے منصب پر فائز کرے۔ یہ سمع وطاعت کا ایک اہم تقاضا ہے اور ہم نے ''وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَیْنَا'' کے الفاظ میں اس کا عہد کر رکھا ہے۔

آپ کو معلوم ہے جب غزوۂ موتہ کے لئے لشکر تیار ہوا تھا اور حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو اس کا امیر نامزد کیا تھا تو اعتراضات ہوئے تھے۔ اس لشکر میں جلیل القدر صحابہ اور اونچے خاندانوں کے لوگ شامل تھے۔ خود حضور ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ اس میں شامل تھے' جو قریش کے اونچے گھرانے کے فرد تھے' ابو طالب کے بیٹے تھے۔ لیکن حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو امیر بنایا جو غلامی کا داغ بھی کھائے ہوئے تھے۔ وہ تو مولیٰ (آزاد شدہ غلام) تھے۔ اور اُس عرب معاشرے کے اندر مولیٰ کبھی بھی حر (آزاد انسان) کے مساوی نہیں ہوتا تھا۔ آپؐ نے اپنے مرض وفات میں ان کے نوجوان بیٹے اسامہ کو امیر لشکر مقرر کیا اور جلیل القدر صحابہؓ کو ان کی کمان میں رکھا۔ اس پر بھی اعتراض ہوا۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا جو

آخری دور ہے اس میں نظر آتا ہے کہ آپؐ کو ئی معاملات میں اپنے ساتھیوں کے طرزِ عمل سے تکلیف پہنچی۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ چنانچہ آپؐ نے غصے کے ساتھ فرمایا تھا کہ تم نے اس کے باپ کی تقرری پر بھی اعتراض کیا تھا' آج تم اس پر بھی اعتراض کر رہے ہو۔

نصب کی طرح عزل یعنی کسی کو اس کے منصب سے معزول کر دینا' یہ بھی اس امیر کا اختیارِ مطلق ہے جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ہے۔ وہ پابند نہیں ہے کہ اس کے لئے وجہ بیان کرے اور کسی جیوری' کسی کورٹ یا کسی ادارے کو مطمئن کرے۔ بیعت کے نظام میں یہ امیر کا اختیارِ مطلق ہے' اختصاص کے ساتھ اس کا حق (prerogative) ہے کہ جس کو چاہے وہ کسی منصب پر مقرر کرے اور جب چاہے اس سے معزول کر دے۔

مزید برآں کسی کے دل میں کسی عہدے کی طلب نہیں ہونی چاہئے۔ ہاں کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ میں اس کے لئے زیادہ اہل ہوں تو اس پر گرفت نہیں' اس لئے کہ یہ خیالات اور وساوس کے درجے کی چیز ہے' جس پر انسان کو کنٹرول نہیں ہے۔ لیکن عہدے اور منصب کا طالب ہونا' یہ بات بالکل اس نظام کے خلاف ہے' قطعاً اس کی نفی کرنے والی ہے۔ اور اس میں جو بات عام طور پر لوگ نہیں سمجھتے اس پر میں آج چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں۔ ہمارے سامنے معیار یہی رہتا ہے کہ فلاں شخص بہت متقی ہے' متدین ہے' عبادت گزار ہے' زیادہ مختی ہے' زیادہ بھاگ دوڑ کرتا ہے' زیادہ active ہے۔ لیکن تنظیموں اور جماعتوں یا حکومت میں عہدوں کے معاملے میں تدین' تقویٰ' دین داری' زہد اور بے نفسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ اس میں اصابت رائے' معاملہ فہمی' موقع شناسی اور انسان شناسی یعنی انسان کو پرکھنے اور evaluate کرنے کی صلاحیتیں بھی موجود ہیں یا نہیں! اگر یہ صلاحیتیں نہیں ہیں تو پھر دو چیزیں تحریک اور حکومت دونوں میں کسی کو منصب کے لئے قابل اور اہل قرار نہیں دے سکتیں۔

اس ضمن میں سب سے بڑی مثال آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جس کے بعد آپ کو میری اس بات پر ایک لمحے کا بھی شک نہیں رہ جائے گا۔ حضور ﷺ کے صحابہؓ

میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ زہد' فقر' تدین اور تقویٰ میں اس قدر بلند مقام پر تھے کہ خود حضور ﷺ نے سند دی ہے: ((مَنْ كَانَ يَسُرُّهُ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى زُهْدِ عِيسٰى فَلْيَنْظُرْ اِلٰى صَاحِبِىْ اَبِىْ ذَرٍّ)) ''جس کسی کو یہ پسند ہو کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کا زہد اپنی آنکھوں سے دیکھے وہ میرے ساتھی ابوذر کو دیکھ لے''۔ ابھی کل ہی ایک حدیث نظر سے گزری' جس میں حضور ﷺ نے صحابہؓ میں سے اپنے محبوبین کی ایک فہرست دی ہے' جس میں حضرت مقداد بن اسودؓ ' حضرت ابوذرؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے نام ہیں۔ یہ سب کے سب فقراء صحابہؓ میں سے ہیں۔ لیکن یہی ابوذرؓ ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ حضور! مجھے بھی کہیں کا عامل بنا دیجئے' تو فرمایا: ''نہیں ابوذر! تم ضعیف ہو اور یہ امانت ہے''۔ غور کیجئے' ضعیف کس اعتبار سے تھے؟ کیا وہ خیانت کر سکتے تھے؟ کیا ان کی للّٰہیت میں کوئی کمی تھی؟ لیکن اصابت رائے اور توازنِ فکر کے اعتبار سے آپؓ کمزور تھے۔ اور بعد میں ثابت ہو گیا کہ آپؓ میں واقعی وہ توازن نہیں تھا۔ ان میں زُہد کی وہ انتہا تھی کہ وہ اس رائے تک پہنچ گئے کہ سونا چاندی مجرد اپنے پاس رکھنا بھی جائز نہیں ہے اور اس پر انہوں نے سورۃ التوبۃ کی ''آیت کنز'' کا انطباق کر دیا کہ وہ سونا اور چاندی تپا تپا کر ان کے ماتھوں پر' ان کی پیٹھوں پر اور ان کے چہروں پر داغ کر لگائے جائیں گے۔ زُہد کے غلبے کی بنا پر آپؓ اس درجے عدم توازن کا شکار ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجبوراً پھر انہیں مدینہ سے نکل جانے کی سزا دی۔ اس لئے کہ اس طرح ایک بہت بڑا فتنہ اٹھ رہا تھا۔

حضور ﷺ نے جو توازن دیا تھا اسے میں نے الحمد للہ ''اسلام کا معاشی نظام'' میں واضح کیا ہے کہ اسلام کے معاشی نظام دو ہیں۔ ایک روحانیت کی سطح پر ہے اور ایک قانون کی سطح پر۔ قانونی سطح پر آپ جائز سے کمائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد باقی اپنے پاس رکھیں تو آپ پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ وہ پھر آپ کی وراثت میں منتقل ہو جائے گا۔ جبکہ روحانیت یہ ہے کہ زائد از ضرورت اپنے پاس کچھ نہ رکھو۔ ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ توکل کرو کہ آج اللہ نے میری ضرورت پوری کر دی ہے تو کل بھی کر دے گا۔ لیکن یہ روحانیت رضا کارانہ اور اختیاری ہے' جبری نہیں۔ کمیونزم

نے جبری طور پر جو کچھ کیا' اس کا حاصل کچھ بھی نہیں ہوا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ مغلوب الحال تھے۔ جب آپؓ کا انتقال ہوا تو اُس وقت بھی آپ رو رہے تھے کہ میرے خلیل اور میرے حبیب ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ تم لوگ اپنے گرد سانپ اور بچھو (یعنی دُنیوی سازوسامان) اکٹھے کرلو گے' آج میرا بھی حال یہی ہے کہ سانپ اور بچھو میرے گرد جمع ہیں۔ آپؓ کی وفا شعار بیوی اس جلاوطنی میں بھی آپؓ کے ہمراہ تھیں جبکہ صحرا کے اندر کہیں ایک کٹیا ڈال کر پڑے ہوئے تھے' ایک بکری تھی جس کا دودھ پی لیتے تھے۔ ان حالات میں بھی بیوی نے آخری وقت تک ساتھ دیا۔ تو اُس وفا کے پیکر نے کہا کہ آپ کو کون سے سانپ اور بچھو نظر آ رہے ہیں؟ آپؓ نے کٹیا میں موجود معمولی چیزوں مثلاً توا اور چمٹا وغیرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہیں وہ سانپ اور بچھو۔

اب ظاہر ہے کہ جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ہے اسے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کس شخص میں یہ منصب سنبھالنے کی کتنی صلاحیت ہے۔ اور نظامِ بیعت کا تقاضا یہ ہے کہ عزل اور نصب دونوں کا پورا معاملہ کلیتاً اس کے اختیار میں ہو۔ اس کے لئے وہ پابند نہیں ہے کہ کہیں اپنی بات کو ثابت کر سکے' کہیں لوگوں کو قائل کر سکے۔ یہ اس کا اختیار ہے' اس کی سوچ ہے' اس کا جائزہ ہے' اس کی ججمنٹ ہے' جس کے مطابق اس نے عمل کرنا ہے۔ اسی طرح عزل کا معاملہ اور بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ کسی شخص کو کسی منصب پر فائز کیا گیا اور اسے مقامی امیر یا حلقے کا امیر بنایا گیا تھا۔ اب امیر تنظیم کا یہ احساس ہے' جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ہے' کہ اب ان صاحب کا اس منصب پر رہنا ہماری تنظیم اور تحریک کی مصلحت کے خلاف ہے' لہٰذا وہ انہیں معزول کرتا ہے۔ لیکن اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ ناراض ہو جائیں گے' کوئی منفی طرزِ عمل ظاہر ہو جائے گا' اور کچھ نہیں تو مضمحل ہو جائیں گے' بے عمل اور غیر فعال ہو جائیں گے' کسل کا شکار ہو جائیں گے۔ اس سے بھی آگے ہو سکتا ہے کہ احتجاج کی ایک فضا پیدا کریں اور لوگوں میں اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹیں۔ یہ سارا کچھ امکان ہے۔ جب تک ہم اس سے اپنے دلوں کو خالی نہیں کر لیتے' سمجھ لیں کہ ہمیں نظمِ بیعت کا صحیح شعور حاصل نہیں ہوا۔ میں خود تسلیم کرتا ہوں کہ بسا اوقات کسی کو کہیں سے ہٹانے کا خیال ہوتا ہے تو سوچتا ہوں کہ اس پر اس کا کیا ردِعمل

ہوگا اور بعض مرتبہ ہم نے دیکھا ہے کہ پھر اس کا ایک منفی ردِّعمل سامنے آتا رہا ہے۔

اس ضمن میں بھی الحمد للہ ہمارے قرن اوّل میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نہایت تابناک مثال قائم کی ہے' جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معزول کر دیا تو انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے کیوں معزول کیا گیا ہے۔ نہ انہوں نے اس پر کوئی احتجاج کیا۔ فوج کا معاملہ بڑا احساس ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے ہاں بھی یہ اصول ہے کہ اگر کسی نیچے کے آدمی کو آؤٹ آف ٹرن اوپر ترقی دے دی جائے تو درمیان میں جن لوگوں کو وہ پھلانگ کر آیا ہے وہ سب مستعفی ہو جائیں گے یا ریٹائر کر دیئے جائیں گے۔ اس لئے کہ جو ان کا ماتحت رہا ہے' وہ اس کے ماتحت ہو کر کیسے کام کر سکتے ہیں! لیکن مثال وہ ہے کہ جو صحابہ کرامؓ نے قائم کی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالاری سے معزول ہو کر بھی اسی محاذ پر رہے اور اسی سرفروشی اور اسی جاں فشانی کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہے اور اپنے جذبے میں قطعاً کوئی کمی کسی درجے میں نہیں آنے دی۔ اور یہ کہ لوگوں کے اندر بھی کوئی چہ میگوئی نہیں ہوئی کہ انہیں کیوں معزول کر دیا گیا' یہ تو بہت ہی مقبول تھے' ان کی وجہ سے تو ہمیں فلاں فلاں جنگوں میں فتح حاصل ہوئی تھی۔ کچھ نہیں۔ بلکہ صحابہؓ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ فیصلہ اُس نے کیا ہے جسے اختیار ہے اور اس پر ہمارا اعتماد ہے' اس سے ہم نے بیعت کی ہے' اسے ہم نے خلیفہ مانا ہے' اس کا اختیار مطلق ہے۔ چنانچہ تبدیلی کا اتنا بڑا معاملہ ہوا ہے لیکن تاریخ نے اس پر کسی ردِّعمل کی نشاندہی نہیں کی۔

ایسے معاملات میں ہونا تو یہ چاہئے کہ اگر کسی ذمہ دار شخص کو ذمہ داری سے فارغ کیا جائے تو وہ سکون کا سانس لے کہ مجھ پر ایک بوجھ تھا' ذمہ داری تھی' میں اپنے ساتھیوں کے بارے میں مسئول تھا' اب اگر مجھے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا گیا ہے تو اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس بوجھ سے نجات مل گئی ہے۔ بجائے اس کے کہ کوئی غصہ ہو' کوئی منفی طرزِ عمل ہو' یا خدانخواستہ کوئی تخریبی انداز اختیار کر لیا جائے۔ چنانچہ حال ہی میں میں نے ایک امیر حلقہ کو معزول کرتے ہوئے انہیں معزولی کا جو خط ارسال کیا' اس میں لکھا تھا کہ آپ کے لئے بہت بڑا امتحان ہے کہ آیا آپ حضرت خالد بن ولیدؓ کے

اُسوہ پر عمل کرتے ہوئے' وہیں رہتے ہوئے اور پہلے سے بھی زیادہ سرفروشی اور جاں فشانی کے ساتھ کام کرتے ہیں یا نہیں! لیکن اس میں عام رفقاء کا بھی امتحان ہے کہ ایسے معاملات کا خواہ مخواہ چرچا نہ کریں کہ وجوہات کیا ہوئیں؟ بھئی آپ کو وجوہات معلوم کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ جس کا اختیار تھا' اس نے اپنا اختیار استعمال کیا ہے۔ اللہ اللہ خیر صلاّ۔ امیر اس بات کا پابند نہیں ہے کہ آپ کو وجوہات کے معاملے میں قائل کرے اور پہلے آپ سے منوائے۔ صحیح ہوا یا غلط' آپ اس چکر میں نہ پڑیں۔ جس کے ہاتھ پر آپ نے بیعت کی ہے' یہ اس کا فیصلہ ہے۔ تنظیم اسلامی اور اس تحریک کی مصلحت ہم سب کو بہت عزیز ہے۔ تو کیا اُسے عزیز نہیں ہے جس نے یہ سارا معاملہ شروع کیا' جس نے لوگوں کو جمع کیا اور جس نے اپنی پوری زندگی اس کام میں لگا دی۔ اس میں شک نہیں کہ میرے بہت سے ساتھیوں نے بھی اپنی پوری زندگی اس کام میں لگا دی ہے' لیکن پھر بھی ایک فرق تو رہے گا کہ داعی کی حیثیت میری ہے' باقی حضرات میں سے کچھ بہت پہلے آ گئے تھے' کچھ ذرا بعد میں آئے اور کچھ مزید بعد میں آئے ہیں۔ چنانچہ ع راہ رَو ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا! بہت سینئر لوگ بھی ہیں' نو وارد بھی ہیں۔ بہرحال ایسے معاملات میں معزول ہونے والے حضرات کا امتحان بھی ہوتا ہے' وہاں کے رفقاء کا بھی اور باقی سب رفقاءِ تنظیم کا بھی کہ خواہ مخواہ اس کھود کرید کے اندر نہ پڑیں کہ یہ کیوں ہوا' کس لئے ہوا؟ آپ کو اس سے کچھ سروکار نہیں ہونا چاہئے۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ متذکرہ بالا حلقہ میں امارت کی تبدیلی بڑے احسن انداز سے عمل میں آئی ہے۔ معزول ہونے والے امیر حلقہ نے نئے امیر حلقہ کو خوش آمدید کہا ہے اور ان کی دلجوئی کے لئے یہ الفاظ بھی استعمال کئے ہیں کہ ایک زمانے میں آپ یہاں ہمارے ناظم کی حیثیت سے آئے تھے اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ آج آپ امیر حلقہ کا چارج سنبھال رہے ہیں' اور میں سمجھتا ہوں کہ اب ہم بوڑھوں کو تو بہرحال ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا چاہئے اور آپ نوجوانوں کو یہ ذمہ داریاں سنبھالنی چاہئیں' اور یہ کہ میں یہاں ہر طرح کے تعاون کے لئے حاضر ہوں۔ الحمد للہ کہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسی پر انہیں قائم رہنے دے! بہرحال یہ سپرٹ تنظیم کے اندر ہ

سطح پر پیدا ہونی چاہئے کہ نصب وعزل دونوں کا اختیار مطلقاً امیر تنظیم کے پاس ہے' چاہے امراء حلقہ ہوں یا مقامی امیر ہوں۔ ہاں مقامی امیر کے ضمن میں ہم رفقاء سے رائے لے لیتے ہیں' اگرچہ رائے یعنی ووٹنگ کی بنیاد پر فیصلہ نہیں ہوتا' البتہ ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس شخص کو ہم امیر بنانا چاہتے ہیں اس پر وہاں کے رفقاء بھی کتنا کچھ اعتماد کرتے ہیں۔ اسی طرح امیر حلقہ کی تقرری کے لئے بھی مشورہ کیا جاتا ہے۔ پہلے جو ناظمین حلقہ ہوا کرتے تھے ان کے معاملے میں تو کسی مشورے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس حوالے سے ایک خاص بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں حلقہ جاتی نظام کے اندر تدریجاً ایک ترقی ہوئی ہے' اور اس ترقی کے جو نتائج وثمرات نکلنے چاہئیں اس کا ہمیں شعور ہونا چاہئے۔ ابتداء میں آپ کو یاد ہوگا کہ ناظمین حلقہ جات ہوتے تھے اور یہ سب بیت المال سے تنخواہ لیتے تھے' ہمہ وقت کارکن تھے۔ اُس وقت ان کے نام کے ساتھ امیر کا لفظ نہیں لگتا تھا۔ اس اعتبار سے بھی معاملہ ایک درجہ کم رہتا تھا۔ ثانیاً' ان کی حیثیت درحقیقت مرکز کے نمائندوں کی ہوتی تھی۔ لیکن ہماری تنظیم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا ہے کہ رفتہ رفتہ ایسے حضرات حلقوں کے اندر آ گئے جو اپنی معاش میں خود کفیل ہیں' اپنے کاروبار بھی کر رہے ہیں اور تنظیمی ذمہ داریاں بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔ ایسے حضرات کا تقرر بطور امیر کیا جاتا ہے۔ ان کے لئے تنظیم کی طرف سے زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ انہیں کچھ سہولتیں بہم پہنچا دی جائیں' مثلاً کوئی سواری کا معاملہ ہو یا کہیں مکان کے کرائے کا معاملہ ہو' لیکن کسی سطح پر کوئی امیر تنظیم کی طرف سے تنخواہ یافتہ نہیں ہوتا۔ اب ہمارے ہاں حلقوں کی اکثریت جو ہے وہاں امراء موجود ہیں۔ یہ امراء اب لائن آف کمانڈ میں ہیں اور ان کا معاملہ وہی ہونا چاہئے جو میں اس سے پہلے آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں۔ لائن آف کمانڈ میں سب سے اوپر امیر تنظیم ہے' پھر امیر حلقہ' پھر امیر مقامی جماعت۔ اور اس ضمن میں' جیسے میں نے آپ کو بتایا' مقامی امراء کے لئے بھی سمع وطاعت اور نصح وخیر خواہی کی وہی روح رہنی چاہئے اور حلقہ جات کے امراء کے لئے بھی۔ اگر آپ کے خیال میں ان کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے تو آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کی طرف سے اپنے دل پر میل نہ آنے دیں' جس کو

غل ر ا گیا ہے۔ایک قرآنی دعا کے الفاظ ہیں: ﴿وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے اللہ! کسی بھی صاحبِ ایمان کے لئے ہمارے دل میں کدورت نہ پیدا ہونے دے''۔تو یہ جذبہ خاص طور پر امراء کے لئے ہونا چاہئے۔اس لئے کہ امیر کبھی ڈانٹ ی دے گا' باز پُرس بھی کرے گا۔کبھی ہوسکتا ہے کہ اس کا مزاج اُس وقت ٹھنڈا ہے تو وہ بڑے ٹھنڈے انداز میں جواب طلبی کرے گا' لیکن کسی وقت اس کا مزاج کسی وجہ سے گرم ہو تو وہ اسی گرم انداز میں جواب طلبی کرے گا۔ یہ سارے ہی امکانات ہوتے ہیں ۔تو مطلوب رویہ اس پر صبر کرنا' اس کو جھیلنا' اس کو برداشت کرنا اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کے ہاں جزائے اُخروی کا امیدوار بننا ہے' جس کے لئے حدیث میں ''اِحْتِسَابًا'' کا لفظ آیا ہے ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر اجر و ثواب ملے گا۔

یہ چند باتیں میں آج آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا کہ ہمیں اپنے فکر کی ان تین اساسات کو از سرِنو دیکھ لینا چاہئے' اپنے دلوں کو ٹٹول لینا چاہئے' اپنے ذہنوں کو scan کرنا چاہئے' اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہئے' اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں اس کے خلاف تو نہیں ہو رہا ہے۔اس اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت ہے کہ ہمیں اپنے قافلے کو اب از سرِنو ایک ہمت کے ساتھ' ایک عزیمت کے ساتھ' ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ آگے بڑھانا ہے' کہ ع ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا! اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین

بقیہ: الوداعی پیغام

بعد میں کوئی نئی فصل اگ سکے اور انہی فکری بنیادوں پر کوئی نئی تعمیر کی جا سکے۔اس لئے کہ اصل شے فکر ہوتی ہے' فکر اگر باقی ہے تو وہ کہیں نہ کہیں سے اپنے برگ و بار پیدا کر لے گی لیکن اگر وہی discredit ہو جائے' یا ختم ہو جائے تو پھر اسے دوبارہ زندہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ لہٰذا اس مرحلے پر ہماری اولین ترجیح اس فکر کی حفاظت کرنا ہے۔ OO

مسلمان کا طرزِ حیات (۲۵)

علامہ ابوبکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"منهاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب الاداب

چھٹا باب

مخلوق سے تعلق کے آداب

۷۔ عام مسلمانوں کے آداب وحقوق

مسلمان دوسرے مسلمان کے آداب و حقوق کا لحاظ رکھنا واجب سمجھتا ہے۔ چنانچہ وہ ان آداب پر کاربند رہتا ہے اور حقوق ادا کرتا ہے اور وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ عمل بھی اللہ کی عبادت میں شامل ہے جس سے اسے اللہ کا قرب حاصل ہو گا۔ کیونکہ یہ حقوق و آداب اللہ نے مسلمان پر فرض کئے ہیں لہٰذا ان کے مطابق عمل کرنا یقیناً اللہ کی عبادت ہے اور یقیناً اللہ کے قرب کا باعث ہے۔ ان آداب و حقوق کی تفصیل درج ذیل ہے :

(۱) جب مسلمان دوسرے مسلمان سے ملے تو بات کرنے سے پہلے اسے سلام کہے۔ یعنی اس طرح سلام کہے : "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه" اور اس سے مصافحہ کرے۔ دوسرا مسلمان جواب میں کہے : "وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ"۔ اس کی دلیل یہ فرمانِ خداوندی ہے : ﴿ وَإِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ﴾ (النساء : ۸۶) "جب تمہیں سلام کہا جائے تو اس سے بہتر سلام کہو یا وہی جواب دے دو"۔ اور فرمانِ نبوی ہے :

((يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ)) (۶۳)

"سوار پیدل کو سلام کہے' پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کہے اور تھوڑے افراد زیادہ افراد کو سلام کہیں"۔

ایک حدیث میں ہے:

((اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَعْجَبُ مِنَ الْمُسْلِمِ يَمُرُّ عَلَى الْمُسْلِمِ وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ)) (٦٣)

"فرشتے اُس مسلمان پر تعجب کرتے ہیں جو دوسرے مسلمان کے پاس سے گزرتا ہے اور اسے سلام نہیں کہتا"۔

اور فرمانِ نبوی ہے:

((وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)) (٦٤)

"تو جسے پہچانتا ہے اسے بھی سلام کہہ اور جسے نہیں پہچانتا اسے بھی"۔

اور فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَا)) (٦٥)

"جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے ان کی بخشش ہو جاتی ہے"۔

نیز ارشاد ہے:

((مَنْ بَدَاَ بِالْكَلَامِ قَبْلَ السَّلَامِ فَلَا تُجِيْبُوْهُ حَتّٰى يَبْدَاَ بِالسَّلَامِ)) (٦٦)

"جو شخص سلام کہنے سے پہلے بات کرنا شروع کر دے اسے جواب نہ دو حتیٰ کہ وہ پہلے سلام کرے"۔

(۲) جب اسے چھینک آئے اور وہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے تو اسے کہا جائے: "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" "اللہ تجھ پر رحمت کرے"۔ پھر جسے چھینک آئی ہے وہ کہے: "يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" "اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے اور آپ کے حالات درست فرمائے"۔ اس کی دلیل جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَلْيَقُلْ لَهُ اَخُوْهُ اَوْ صَاحِبُهُ:

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ' فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ لَهُ : يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ)) (٦٧)

"جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہئے کہ کہے: الحمد للہ۔ اور اس کے بھائی کو یا ساتھ والے کو چاہئے کہ کہے : "يَرْحَمُكَ اللّٰه"۔ اور جب وہ اسے "يَرْحَمُكَ اللّٰه" کہے تو اسے چاہئے کہ کہے: "يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جنابِ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تھی تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لیتے تھے اور چھینک کی آواز پست رکھتے تھے"۔ (٦٨)

(۳) جب مسلمان بیمار ہو جائے تو دوسرا مسلمان اس کی عیادت کرے اور اس کے لیے صحت کی دعا کرے۔ کیونکہ جنابِ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ' وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ' وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ 'وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ' وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ)) (٦٩)

"مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں : سلام کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازے کے ساتھ جانا' دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا"۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ' وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ' وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ' وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ' وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ' وَإِجَابَةِ الدَّاعِيْ' وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ (٧٠)

"ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مریض کی بیمار پرسی کرنے' جنازہ کے ساتھ جانے' چھینک کا جواب دینے' قسم دینے والے کی قسم کو پورا کرنے' مظلوم کی مدد کرنے' دعوت قبول کرنے اور سلام بکثرت کرنے کا حکم دیا ہے"۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

((عُوْدُوا الْمَرِيْضَ' وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ' وَفُكُّوا الْعَانِيَ- الْأَسِيْرَ-)) (٧١)

"مریض کی عیادت کرو' بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو آزاد کراؤ"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : "نبی ﷺ اپنے گھر والوں میں سے کسی کی بیمار پرسی کرتے تو دایاں ہاتھ اس کے جسم پر پھیرتے اور فرماتے :

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ ' اَذْهِبِ الْبَاْسَ ' اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ ' لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ كَ ' شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا))

"اے اللہ! اے انسانوں کے مالک! تکلیف دُور فرمادے 'شفادے دے 'تُو شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں 'ایسے شفا دے کہ بیماری کو باقی نہ رہنے دے"۔ (۴۲)

④ جب مسلمان فوت ہو جائے تو دوسرے مسلمان کا فرض ہے کہ اس کے جنازے میں شریک ہو۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ ' وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ ' وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ ' وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ ' وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ)) (۴۳)

"مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں : سلام کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازے کے ساتھ جانا' دعوت قبول کرنا' چھینک لینے والے کو دعا دینا یعنی "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہنا"۔

⑤ اگر وہ قسم کھا کر کوئی کام کرنے کو کہے اور اس کام میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو تو اس کی قسم پوری کرے 'یعنی جس مقصد کے لیے اس نے قسم دی ہے وہ پورا کردے تاکہ اس کی قسم جھوٹی نہ ہو جائے جس سے اسے گناہ ہو۔ اس کی دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے 'وہ فرماتے ہیں :

"ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مریض کی عیادت کرنے 'جنازے کے ساتھ جانے ' چھینک لینے والے کو دعا دینے 'قسم دینے والے کی قسم کو پورا کرنے 'مظلوم کی مدد کرنے 'دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنے اور سلام پھیلانے کا حکم دیا ہے"۔ (۴۴)

⑥ جب وہ کسی کام میں مشورہ لے تو اس کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے صحیح مشورہ دے۔ یعنی جس کام کو اس کے لیے بہتر سمجھے یا جس صورت کو صحیح سمجھے وہ اسے بتائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((اِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ)) (۴۵)

"جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے نصیحت (مشورہ) طلب کرے تو اسے چاہئے

کہ اس کی خیر خواہی کرے۔

ایک بار جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الدِّيْنُ النَّصِيحَةُ)) وَسُئِل لِمَنْ؟ فَقَالَ ((لِلّٰهِ وَلِكِتَابِه وَلِرَسُولِه وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ)) (۷۶)

"دین خلوص (خیر خواہی و وفاداری) کا نام ہے"۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا: "کس کے لیے؟" فرمایا: "اللہ کے لیے' اس کی کتاب کے لیے' اس کے رسول کے لیے' مسلمانوں کے رہنماؤں (علماء اور حکام) کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے (مخلص ہونا)"۔

(۷) مسلمان کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے' اور اس کے لیے وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے' کیونکہ ارشادِ نبوی ہے:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِه' وَيَكْرَهُ لَهُ مَا يَكْرَهُ لِنَفْسِه)) (۷۷)

"تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں بن سکتا حتیٰ کہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے' اور اس کے لیے وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے"۔

نیز ارشاد ہے:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ' اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى)) (۷۸)

"باہمی محبت' باہمی رحمت اور باہمی شفقت میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے۔ جب اس کا کوئی عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو باقی جسم بھی بے خوابی اور بخار کے ذریعے اس کا ساتھ دیتا ہے"۔

آنحضرت ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا)) (۷۹)

"مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے حصّے کو مضبوطی بخشتا ہے"۔

⑧ جب مسلمان کو دوسرے مسلمان کی مدد کی ضرورت ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مدد کرے اور مصیبت میں اسے بے یار و مددگار نہ چھوڑ دے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

((اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا))(۸۰)

"اپنے بھائی کی مدد کر' خواہ ظالم ہو یا مظلوم"

حضور علیہ السلام سے ظالم کی مدد کا مطلب پوچھا گیا تو آنجناب ﷺ نے واضح فرمایا کہ "اس سے مراد اسے ظلم سے روکنا ہے"۔ نیز ارشاد نبویؐ ہے:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يَخْذُلُهُ وَلاَ يَحْقِرُهُ))(۸۱)

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے' نہ اسے مصیبت میں تنہا چھوڑتا ہے' نہ اسے ذلیل کرتا ہے"۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنِ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَهَكُ فِيْهِ عِرْضُهُ' وَيُسْتَحَلُّ فِيْهِ حُرْمَتُهُ اِلاَّ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَةً' وَمَا مِنِ امْرِیءٍ خَذَلَ مُسْلِمًا فِيْ مَوْطِنٍ تُنْتَهَكُ فِيْهِ حُرْمَتُهُ اِلاَّ خَذَلَهُ اللّٰهُ فِيْ مَوْضِعٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَةً))(۸۲)

"جو مسلمان دوسرے مسلمان کی مدد اس جگہ کرتا ہے جہاں اس کی بے عزتی کی جا رہی ہو اور اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا جا رہا ہو' اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد ایسی جگہ کرے گا جہاں وہ اللہ کی مدد پسند کرتا ہو۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو ایسی جگہ بے یار و مددگار چھوڑ دے گا جہاں اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے موقع پر اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لے گا جہاں اسے اللہ کی مدد کی خواہش ہو گی"۔

... فرمایا:

((مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))(۸۳)

"جو اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے آگ کو دور کر دے گا"۔

(۹) اسے نقصان نہ پہنچائے اور بُرا سلوک نہ کرے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ))(۸۴)

"ہر مسلمان کا خون' مال اور عزت دوسرے مسلمان کے لیے قابل احترام ہیں"۔

نیز ارشادِ نبوی ہے:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّرَوِّعَ مُسْلِمًا))(۸۵)

"مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ مسلمان کو خوف زدہ کرے"۔

اور فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّشِيْرَ اِلَى اَخِيْهِ بِنَظْرَةٍ تُؤْذِيْهِ))(۸۶)

"کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نظر سے دیکھے جس سے اسے اذیت پہنچے"۔

اور فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يَكْرَهُ اَذَى الْمُؤْمِنِيْنَ))(۸۷)

"اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تکلیف پہنچانا ناپسند فرمایا ہے"۔

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ))(۸۸)

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں"۔

اور فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلَى اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ))(۸۹)

"مومن وہ ہے جس سے مومنوں کو اپنی جانوں اور مالوں پر کوئی خوف نہ ہو"۔

(۱۰) مسلمان کو چاہیئے کہ دوسرے مسلمان سے تواضع اور نرمی سے پیش آئے' تکبر سے پیش نہ آئے' اس کو مباح جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ ﴾ (لقمان : ۱۸)

"اور لوگوں کے لیے اپنے گال نہ پھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کسی اکڑنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔"

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ)) [۹۰]

"اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے پر فخر کا اظہار نہ کرے"۔

اور فرمایا :

((مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى)) [۹۱]

"جو شخص بھی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی سے سرفراز کرتے ہیں"۔

جناب رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ بھی یہی تھی کہ وہ ہر مسلمان سے تواضع کے ساتھ پیش آتے تھے حالانکہ آپ ﷺ تمام رسولوں کے سردار تھے۔ حضور ﷺ کسی بیوہ یا مسکین کے ساتھ جاکر اس کا کام کر دینا اپنے وقار کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔ اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے :

((اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ)) [۹۲]

"اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ' مسکین بنا کر فوت کر اور مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھا"۔

نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

((لَا يُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ رَجُلًا مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ' وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا)) [۹۳]

"کوئی شخص دوسرے شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ لیکن گنجائش پیدا کر لیا کرو اور کھل کے بیٹھ جایا کرو"۔

(۱۱) تین دن سے زیادہ قطع تعلق نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا' وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ))(۹۴)

"کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ (اور ان کا یہ حال ہو) کہ آپس میں (اتفاقاً) ملاقات ہو جائے تو یہ بھی منہ موڑ لے اور وہ بھی منہ پھیر لے۔ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرتا ہے"۔

نیز فرمایا:

((وَلَا تَدَابَرُوْا' وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا))(۹۵)

"ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو"۔

(۱۲) اس کی غیبت نہ کرے' نہ تحقیر کرے' نہ اس کے عیب بیان کرے' نہ اس کا مذاق کرے' نہ اس کے الٹے نام رکھے اور نہ فساد پھیلانے کے لیے اس کی باتیں دوسروں تک پہنچائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ ﴾ (الحجرات: ۱۲)

"اے مؤمنو! زیادہ گمان کرنے سے بچو' یقیناً کچھ گمان (بدگمانیاں) گناہ ہیں۔ اور جاسوسی نہ کرو' اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے' اسے تو تم ناپسند ہی کرو گے"۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا

اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الحجرات : ۱۱)

"اے مومنو! مرد مردوں کا ٹھٹھا نہ اڑائیں' ممکن ہے وہ ان (ٹھٹھا اڑانے والوں) سے بہتر ہوں' نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں' ممکن ہے وہ ان (مذاق کرنے والی عورتوں) سے بہتر ہوں۔ نہ ایک دوسرے کو عیب لگاؤ (طعن و تشنیع سے پرہیز کرو)' نہ ایک دوسرے کے (ناپسندیدہ) نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد فسق والا نام برا ہے۔ اور جو توبہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں۔"

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟)) "کیا تمہیں معلوم ہے غیبت کیا ہوتی ہے؟" صحابہؓ نے عرض کیا: "اللہ اور اس کے رسول کو خوب معلوم ہے"۔ فرمایا: ((ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ)) "اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا کہ اسے ناگوار ہو"۔ عرض کیا گیا: "اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں (تو کیا یہ بھی غیبت ہوگی)؟" ارشاد ہوا: ((اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ' وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ)) "اگر اُس میں وہ عیب موجود ہے جو تم کہہ رہے ہو تب تو تم نے اس کی غیبت کی' اور اگر اس میں وہ عیب موجود نہیں جو تم کہہ رہے ہو پھر تم نے اس پر بہتان لگایا (جو اور بھی بڑا گناہ ہے)"۔ (۹۶)

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا:

((اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ)) (۹۷)

"تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے لیے قابل احترام ہیں"۔

اور فرمایا:

((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ)) (۹۸)

"ہر مسلمان کے لیے دوسرا مسلمان قابل احترام ہے' یعنی اس کا خون' اس کا مال' اس کی آبرو"۔

نیز فرمایا:

((بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ))(۹۹)

"انسان کے لیے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"۔

اور فرمایا:

((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ))(۱۰۰)

"چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔

(جاری ہے)

حواشی

(۶۲) صحیح البخاری' کتاب الاستیذان' باب یسلم الراکب علی الماشی۔ وصحیح مسلم' کتاب السلام' باب یسلم الراکب علی الماشی والقلیل علی الکثیر۔

(۶۳) امام زین الدین عراقیؒ فرماتے ہیں: مجھے اس حدیث کی کوئی سند نہیں ملی۔

(۶۴) صحیح البخاری' کتاب الاستیذان' باب السلام للمعرفة وغیر المعرفة۔ وصحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان تفاضل الاسلام وای اموره افضل

(۶۵) سنن ابی داؤد' کتاب الادب' باب فی المصافحة۔ وسنن ابن ماجه' کتاب الادب' باب المصافحة۔ وجامع الترمذی' ابواب الاستیذان والاداب' باب ما جاء فی المصافحة۔

(۶۶) طبرانی۔ اس میں سند لین ہے۔

(۶۷) صحیح البخاری' کتاب الادب' باب اذا عطس کیف یشمت۔

(۶۸) سنن ابی داؤد' کتاب الادب' باب فی العطاس۔ وجامع الترمذی' کتاب الادب' باب ما جاء فی خفض الصوت وتخمیر الوجه عند العطاس۔

(۶۹) صحیح البخاری' کتاب الجنائز' باب الامر باتباع الجنائز۔ وصحیح مسلم' باب من حق المسلم علی المسلم رد السلام۔

(۷۰) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب حق اجابة الولیمه۔ وصحیح مسلم' کتاب اللباس' باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة۔

(۷۱) صحیح البخاری' کتاب الجهاد' باب فکاک الاسیر۔

(۷۲) صحیح البخاری' کتاب المرضٰی' باب دعاء العائد المریض و باب وضع الید علی المریض۔ وصحیح مسلم' کتاب السلام' باب استحباب رقیة المریض۔

(۷۳) صحیح البخاری' کتاب الجنائز' باب الامر باتباع الجنائز۔ وصحیح مسلم'

کتاب السلام' باب من حق المسلم علی المسلم رد السلام۔
(۷۴) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب حق اجابة الولیمة۔ وصحیح مسلم' کتاب اللباس' باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة
(۷۵) صحیح البخاری' کتاب البیوع' باب هل یبیع حاضر لباد بغیر اجر (رواه معلق)
(۷۶) صحیح البخاری' کتاب الایمان' باب قول النبی صلی الله علیه وسلم: ((الدین النصیحة لله ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم))۔ وصحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان ان الدین النصیحة۔
(۷۷) صحیح البخاری' کتاب الایمان' باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه۔ وصحیح مسلم' کتاب الایمان' باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لاخیه المسلم ما یحب لنفسه من الخیر۔ *دوسرا جملہ صحیحین میں نہیں بلکہ مسند احمد میں ہے اور اس میں یہ لفظ ہیں "کہ تو لوگوں کے لئے پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے' اور ان کے لئے ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے"۔ (مسند احمد' ج۵' ص ۲۴۷)*
(۷۸) صحیح البخاری' کتاب الادب' باب رحمة الناس والبهائم۔ وصحیح مسلم' کتاب البر والصلة' باب تراحم المومنین وتعاطفهم وتعاضدهم۔
(۷۹) صحیح البخاری' کتاب الادب' باب تعاون المسلمین بعضهم بعضا۔ وصحیح مسلم' کتاب البر' باب تراحم المومنین وتعاطفهم وتعاضدهم
(۸۰) صحیح البخاری' کتاب المظالم' باب اعن اخاك ظالما او مظلوما۔ صحیح مسلم' کتاب البر والصلة' باب انصر اخاك ظالما او مظلوما۔
(۸۱) صحیح مسلم' کتاب البر والصلة' باب تحریم ظلم المسلم واحتقاره۔
(۸۲) *مسند احمد۔ اس کی سند میں قدرے کمزوری ہے۔*
(۸۳) جامع الترمذی' کتاب البر والصلة' باب ما جاء فی الذب عن عرض المسلم
(۸۴) صحیح مسلم' کتاب البر والصلة' باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله۔
(۸۵) مسند احمد ۵ / ۳۱۲۔ وسنن ابی داؤد' کتاب الادب' باب من یاخذ الشیء علی المزاح۔ *یہ حدیث صحیح ہے*۔ وجامع الترمذی' کتاب الفتن' باب ما جاء لا یحل لمسلم ان یروع مسلما (فی ترجمة الباب)
(۸۶) *مسند احمد۔ اس کی سند میں قدرے کمزوری ہے*
(۸۷) *مسند احمد۔ اس کی سند عمدہ ہے۔*

(۸۸) صحیح البخاری' کتاب الایمان' باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ وصحیح مسلم' کتاب الایمان' باب جامع اوصاف الاسلام
(۸۹) سنن النسائی' کتاب الایمان' باب صفة المومن۔ **اس روایت میں الفاظ کا کچھ فرق ہے۔** وجامع الترمذی' کتاب الایمان' باب ما جاء المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ **حدیث صحیح ہے۔**
(۹۰) صحیح مسلم' کتاب الجنة' باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار۔ وسنن ابی داؤد' کتاب الادب' باب فی التواضع۔ وسنن ابن ماجه' کتاب الزهد' باب البراءة من الکبر والتواضع۔ **حدیث صحیح ہے۔**
(۹۱) صحیح مسلم' کتاب البر والصلة' باب استحباب العفو والتواضع۔
(۹۲) سنن ابن ماجه' کتاب الزهد' باب مجالسة الفقراء۔ وجامع الترمذی' کتاب الزهد' باب ما جاء ان فقراء المهاجرین یدخلون الجنة قبل اغنیائهم۔
(۹۳) صحیح البخاری' کتاب الاستیذان' باب لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه (نحوه)۔ صحیح مسلم' کتاب السلام' باب تحریم اقامة الانسان من موضعه المباح الذی سبق الیه۔
(۹۴) صحیح البخاری' کتاب الادب' باب الهجرة۔ وصحیح مسلم' کتاب البر' باب تحریم الهجر فوق ثلاثة ایام بلا عذر شرعی۔
(۹۵) صحیح مسلم' کتاب البر' باب تحریم الظن والتجسس والتنافس والتناجش ونحوها۔
(۹۶) صحیح مسلم' کتاب البر' باب تحریم الغیبة۔
(۹۷) صحیح البخاری' کتاب العلم' باب لیبلغ العلم الشاهد الغائب۔
(۹۸) صحیح مسلم' کتاب البر' باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله۔
(۹۹) صحیح البخاری۔ وصحیح مسلم' کتاب البر' باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله۔
(۱۰۰) صحیح البخاری' کتاب الادب' باب ما یکره من النمیمة۔ وصحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان غلظ تحریم النمیمة۔

تقویٰ کے فوائد وثمرات

تحریر: محمد آصف احسان عبدالباقی

تقویٰ ثلاثی مزید فیہ کے باب افتعال کے وزن پر آنے والے فعل اِتَّـقٰی ' یَتَّقِیْ اِتِّــقَـــاءً سے اسم مصدر ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنی ''بچنا' خوف کھانا'' ہیں(۱)۔ شریعت اسلامیہ میں تقویٰ سے مراد نفس کی گناہ سے حفاظت ہے۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے ممنوعاتِ شرعیہ کو چھوڑنا ضروری ہے اور اس کی تکمیل کے لئے احتیاطاً بعض مباحات کو بھی ترک کرنا لازم ہے(۲)۔

تقویٰ کی اہمیت

اسلام میں تقویٰ کی اہمیت (significance) مسلّم ہے۔ قرآن حکیم کی کئی آیاتِ مبارکہ متقین کی عظمت شان اور جلالت رتبہ پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ (البقرۃ:۱۹۷)

''اور زادِ راہ (یعنی راستے کا خرچ) لے لیا کرو' یقیناً سب سے بہتر رختِ سفر تقویٰ ہے' اور اے اہل عقل! مجھ سے ڈرتے رہو''۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (الحُجُرات:۱۳)

''یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) باخبر ہے''۔

نبی اکرم ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا' وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا' اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا)) (۳)

''اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور تو اسے پاک کردے' تو اس کا سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے' تو اس کا آقا و مولیٰ ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کچھ امور کی ادائیگی کا پابند کیا ہے جنہیں عام طور پر نیکی (ثواب) یا اعمالِ خیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور بعض کی انجام دہی سے روک دیا ہے جنہیں بدی (گناہ) یا افعالِ شر کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ انسانی فطرت کی خاصیت ہے کہ اس میں نیکی و بھلائی کے جذبات وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں لیکن انہیں سرانجام دینا اور پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں' کیونکہ نیکی اکثر اوقات دشوار گزار اور کٹھن دکھائی دیتی ہے اور اس کا بجا لانا ظاہری لحاظ سے نقصان دہ اور غیر مفید معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ نفسانی خواہشات کے خوگر اور روحانی سکون واطمینان سے ناآشنا لوگ نیکی سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں' دوسرے الفاظ میں انہیں نیکی کی توفیق ہی نہیں ملتی' جبکہ بدی انتہائی کشش کی حامل ہوتی ہے' اس کی لذت کا احساس اور سرور کا خمار (addiction) عوام الناس کی اکثریت کو اپنے دامِ فریب میں الجھا لیتا ہے۔ چنانچہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ازل سے لے کر آج تک ابنِ آدم کا میلان نیکی کی جانب اتنا نہیں رہا جتنا بدی کی طرف رہا ہے' حالانکہ بھلائی اور خیر کے احساسات وجذبات انسانی جبلت کا حصّہ ہیں۔

پھر اسی کے تناظر میں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ حضرت انسان کو اس قدر نقصان نیکی نہ کرنے سے نہیں ہوتا جتنا گناہ کرنے سے ہوتا ہے۔ گناہ کے مذموم اثرات ونتائج انسان کی روحانی واخلاقی اور جسمانی ومعاشی تباہی وبربادی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ابلیس لعین کسی کو نیکی نہ کرنے پر اتنا مجبور نہیں کرتا جتنا بدی کے ارتکاب پر ابھارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے امور ومعاملات یا حرام قرار دی ہوئی اشیاء سے رکنا اور اپنے دامن کو خالق کائنات کی نافرمانی سے بچانا اہل اسلام کے لئے ایک عظیم آزمائش ہے۔ اس سے بطریق احسن وہی لوگ عہدہ برآ ہوسکتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص رحم وکرم ہو۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہم کہتے ہیں کہ نیک بد کی نسبت بھلائی کے زیادہ کام سرانجام دیتا ہے لیکن پھر بھی نیکی دونوں ہی کرتے ہیں' جبکہ گناہ سے بچنا صرف اور صرف اہل تقویٰ کا شیوہ ہے جس

کی گناہ گار کو توفیق نہیں ہوتی۔

متقین کے اوصاف کیا ہیں یا پرہیزگار کسے کہتے ہیں؟ یہ بیان ایک علیحدہ مضمون کا محتاج ہے۔ تقویٰ کے فوائد و ثمرات کی کماحقہ تبیین (description) انسانی فہم و ادراک سے ماوراء ہے' تاہم کچھ کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔ واللہ المستعان

عبادت میں سرور

دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام امور و معاملات میں اہل اسلام کی راہنمائی کرتا ہے اور انہیں دین میں پورے کے پورے داخل ہونے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (البقرۃ:۲۰۸)

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔''

جو لوگ اچھائی (نیکی) کرتے اور برائی (بدی) سے بچتے ہیں ان کی عبادت میں لذت و سرور کے عناصر جنم لیتے ہیں اور ان کے دل میں اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کا جذبہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف جو شخص ثواب کا کام تو بجالاتا ہے لیکن گناہ سے بچنے کی سعی نہیں کرتا اس کا دل رفتہ رفتہ اللہ کی عبادت سے بیزار ہو جاتا ہے اور اس کا ذہن شیطانی افکار و خیالات کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ ایسا شخص کبھی بھی نیکی پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا' کیونکہ استقامت کے لئے شرطِ اوّلین معاصی سے اجتناب ہے' جو یہاں مفقود ہے۔ جو نیکی تو کرتے ہیں لیکن بدی سے نہیں بچتے' وہ نیکوکار (محسن) کہلاتے ہیں نہ پرہیزگار (متقی)۔ کیونکہ تقویٰ بذاتِ خود ایک عظیم نیکی ہے' جب یہی غائب ہو تو نیکی کی تکمیل کیونکر ہو سکتی ہے؟

نورِ قلب میں اضافہ

اچھا یا برا عمل کرنے یا نہ کرنے میں دل کی رضامندی و خوشنودی کو بنیادی حیثیت

حاصل ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ انسان اپنے دل کے احکام کا تابع مہمل ہوتا ہے اور اس کے اوامر ونواہی ماننے پر حد درجہ مجبور و بے بس ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ دل کی درستی یا خرابی ہی انسان کے اعمال کی جہت (direction) متعین کرتی ہے۔ اس نظریئے پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ﴾ (الحج:٤٦)

''پس بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں' وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادِ گرامی کا بھی یہی مفہوم ہے

((الا وان فی الجسد مضغة' اذا صلحت صلح الجسد كله' واذا فسدت فسد الجسد كله' الا وهی القلب))

''خبردار! بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے' اگر وہ درست رہا تو سارا بدن درست رہے گا اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن راہِ راست سے منحرف ہو جائے گا۔ سن لو! وہ (آدمی کا) دل ہے۔''

اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرنے سے دل کے نور میں زیادتی ہوتی ہے اور انسان میں نیک اعمال کرنے کا جذبہ بتدریج پروان چڑھتا ہے۔ دل کا نور اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے جو صرف اہل تقویٰ ہی کو عطاء کی جاتی ہے۔ خالق کائنات کی معصیت اس نور کو بجھا دیتی ہے۔ جب امام شافعیؒ امام مالکؒ سے درس لینے کے لئے ان کے پاس پہنچے تو امام مالکؒ امام شافعیؒ کے زہد وتقویٰ اور ذہانت و فطانت سے بہت متاثر ہوئے اور انہیں فرمانے لگے کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے تمہارے دل میں نور کو القاء فرمایا ہے' پس اس نور کو تم اللہ کی نافرمانی کر کے بجھا نہ دینا۔

اعمالِ صالحہ میں اضافہ

انسانی زندگی کوئی جامد شے نہیں' اس میں سرانجام دیئے جانے والے اعمال و افعال کے نتائج وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہتے ہیں جو درحقیقت ایک سلسلے میں مربوط

ہوتے ہیں۔ ایک نیکی اپنے ساتھ کئی اور نیکیوں کو بھی لاتی ہے۔ اسی طرح ایک بدی کئی اور گناہوں کا بھی موجب بنتی ہے۔ اسی لئے بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ بسا اوقات گناہ کی سزا ایک اور گناہ کی صورت میں ملتی ہے جبکہ نیکی کا صلہ ایک اور نیکی کی شکل میں ملتا ہے۔ متقین کے نیک اعمال میں روز افزوں اضافہ ہوتا ہے جبکہ گناہگاروں کے دل شب دیجور کی تیرگی کی مانند آہستہ آہستہ سیاہ ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ ان کے قلب وفکر سے احساس گناہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ نبی آخرالزمان ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان العبد اذا اخطا خطيئة نكتت فى قلبه نكتة سوداء' فاذا هو نزع واستغفر وتاب صقل قلبهٗ' وان عاد زيد فيها حتى يعلو قلبهٗ' وهو الرّان الّذى ذكر الله: ﴿كلّا بل ران على قلوبهم مّا كانوا يكسبون﴾))

''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نکتہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے' پھر اگر وہ اسے چھوڑ دے اور استغفار کرے اور تائب ہو جائے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے (گناہ کا اثر ختم ہو جاتا ہے) اور اگر گناہ پر کاربند رہتے ہوئے اسے کرتا ہی چلا جاتا ہے تو سیاہی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے' اور یہ وہی ''ران'' ہے جس کا اللہ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے کہ ''ہرگز نہیں' یہ جو (اعمال بد) کرتے ہیں ان کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے۔''

ایک لطیف نکتہ

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ما من مولود الا يولد على الفطرة' فابواه يهوّدانه او ينصّرانه او يمجّسانه))

''ہر بچہ فطرت (یعنی دین اسلام) پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے والدین اسے یہودی' یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام دین فطرت ہے' یعنی اس کے احکام اور تعلیمات انسانی طبیعت کا حصہ ہیں۔ چنانچہ جو شخص معاصی کا ارتکاب کرتا ہے در اصل وہ فطرت سے اعراض کرتا ہے۔ جب بندۂ مومن کسی معاملے میں پہلی دفعہ اللہ

کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے' فطرت سے بغاوت کی بنا پر اسے اپنے کئے پر ندامت ہوتی ہے اور اس کا دل بے قرار و مضطرب ہو جاتا ہے' اگر وہ تائب ہو جائے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لے تو اس کے دل پر سے سیاہ نکتہ مٹ جاتا ہے اور اس کا ایمان اپنی پہلی حالت پر لوٹ آتا ہے' لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے اور اپنے دل کو صاف و شفاف کرنے کے لئے کوشاں نہ ہو تو اس کا نفس اسے مزید گناہ کرنے پر اُکساتا رہتا ہے۔ اگر وہ دوسری دفعہ بھی گناہ کر لے تو دل پر ایک اور سیاہ دھبے کا اضافہ ہو جاتا ہے' اس بار احساسِ ندامت کم ہوتا ہے اور گناہ کرنے میں اس کی جرأت و رغبت بڑھ جاتی ہے۔ اگر گناہوں کا سلسلہ جاری رہے تو دل پر لگنے والے سیاہ داغوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ جب انسان کئی دفعہ گناہ کر لیتا ہے تو اس کی جھجک بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ تأسف و افسردگی کے جذبات جن سے انسان کو گناہ کی ابتدائی منزل میں واسطہ تھا' آہستہ آہستہ کیف و سرور اور لذت و فرحت کی کیفیات میں ڈھل جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ گناہ انسان کی فطرتِ ثانیہ کا روپ دھار لیتے ہیں۔

یہ بات ناممکن ہے کہ جب انسان معصیت کا عادی ہو جائے تو پھر بھی اسے گناہ کرنے پر اتنا ہی افسوس ہو جتنا پہلی مرتبہ ہوا تھا' بلکہ رفتہ رفتہ اس گناہ کے اثرات انسان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتے ہیں' پھر ایک دور ایسا بھی آ جاتا ہے جب انسان اس گناہ کو حلال سمجھنے لگتا ہے۔ فقہاء کہتے ہیں کہ ارتکابِ معصیت یعنی گناہ کرنا کفر نہیں بلکہ استحلالِ معصیت یعنی گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔ آمین!

رزق میں فراوانی

معاشی تنگی ایک عظیم مسئلہ ہے۔ رزق میں فراخی اور روزی میں کشادگی انسان کی بیشتر پریشانیوں کو ختم کر دیتی ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے سے رزق میں بہتات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق ۶۵: ۲، ۳)

''اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا تو اللہ اس کے لئے (مشکلات سے

خلاصی کی صورت پیدا فرمادے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے
اسے وہم وگمان بھی نہ ہو۔''

معیشت وتجارت میں وسعت کے لئے تقویٰ سے بڑھ کر مفید نسخہ اور کوئی نہیں۔

علم میں اضافہ

علمِ دین ایک عظیم نعمت خداوندی ہے جو انسانی فکر کی اصلاح و راستی میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے' اسی لئے اسلام نے تحصیل علم کی بے حد حوصلہ افزائی کی ہے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم نے عالم اور جاہل میں فرق کو یوں واضح فرمایا ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط﴾ (الزمر:٩)

''کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے' دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟''

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط﴾ (فاطر:٢٨)

''اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا﴾ (طٰه:١١٤)

''اور کہو کہ میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے!''

دین کا علم صرف اہل تقویٰ ہی کو حاصل ہوتا ہے جبکہ گناہگاروں کی تیرہ بختی و حرماں نصیبی انہیں اس نعمت کے حصول سے دُور رکھتی ہے۔ امام شافعیؒ کے اشعار ہیں:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِىْ
فَاَوْصَانِىْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِىْ
فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنَ الٰهٖ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصِىْ

''میں نے امام وکیع سے اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ سے بچنے کی ہدایت کی اور فرمایا: ''سمجھ لو کہ علم اللہ کا نور ہے اور یہ نور نافرمانوں کو نہیں ملا کرتا۔''

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ وکلیہ درست نہیں' کیونکہ علم دین تو ایسے لوگوں کے پاس بھی ہے جن کا پرہیزگاری سے کوئی تعلق نہیں' بالخصوص مستشرقین' جن کے پاس دین اسلام کا وافر علم موجود ہے۔ اس اشکال کا جواب حسب ذیل ہے:

۱) یوں تو علم کی بے شمار اقسام ہیں' لیکن اسے بنیادی طور پر دو انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

الف) علم اکتسابی: ایسا علم جو اپنی سعی وکوشش سے حاصل کیا جائے۔

ب) علم لدنی: ایسا علم جو غیب کے خزانوں سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کیا جائے۔ اس کو علم وہبی اور علم وجدانی بھی کہتے ہیں۔

علم لدنی حصولِ علم کا ایک عظیم ذریعہ ہے جس سے کوئی بھی حقیقی عالم مستغنی نہیں ہو سکتا' جبکہ علمِ اکتسابی کا حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں' کیونکہ اسے مختلف وسائل جیسے کتب وتقاریر وغیرہ سے بقدرِ کوشش بآسانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اہل تقویٰ علم اکتسابی کے لئے تگ وتاز کرتے ہیں اور علم لدنی انہیں ربّ العالمین کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے' جبکہ اللہ کی معصیت میں غرق لوگ علم اکتسابی تو بقدرِ کوشش وہمت حاصل کر لیتے ہیں' لیکن علم لدنی کا حصول اُن کے نصیب میں نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں کہ محض علم اکتسابی اپنی ذات میں کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا' کیونکہ اس کے حامل کسی اور کے اندازِ فکر اور اسلوبِ تدبر کے ترجمان ہوتے ہیں' ان کی تقاریر وکتب اپنی وسعت علم کی عکاس نہیں ہوتیں بلکہ کسی اور کی جہد مسلسل کی غماز ہوتی ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف پڑھنے والا ابن تیمیہؒ کے مقام پر فائز نہیں ہوسکتا' کیونکہ ابن تیمیہؒ کسی کی تالیفات پڑھنے سے اس بلند مرتبے پر فائز نہیں ہوئے تھے۔

۲) علم اللہ کی نعمت ہے' لیکن آدھی' اس کی تکمیل تب ہوتی ہے جب علم کے ساتھ عمل کی توفیق بھی ہو۔ یوں ''علم وعمل'' کے حسین امتزاج کا حامل ہی حقیقی عالم کہلانے کا مستحق ہے۔ متقین کو علم سے بھی سرفراز کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ انہیں عمل کی توفیق

((مَنْ عادىٰ لي وليًّا فقد آذنته بالحرب' وما تقرّب اليّ عبدي بشيء احبّ اليّ مما افترضت عليه' وما يزال عبدي يتقرّب اليّ بالنوافل حتّى اُحبّه' فاذا احببته كنت سمعه الّذي يسمع به' وبصره الّذي يُبصر به' ويده الّتي يبطش بها' ورجله الّتي يمشي بها' وان سألني لأعطينّه' ولئن استعاذني لأعيذنّه' وما تردّدت عن شيء انا فاعله تردُّدي عن نفس المؤمن يكره الموت وانا اكره مساء ته))(١)

''جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے تو اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے۔ اور میرا بندہ جن باتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سے کوئی بھی مجھے اس سے زیادہ محبوب نہیں جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔ اور میرا بندہ (فرائض کی ادائیگی کے بعد) نفل عبادات کے ذریعے میرے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں' پھر (میری محبت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ) میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور بالضرور اسے عطا کروں' اور اگر وہ مجھ سے (شیطان یا دشمن کے شر سے) پناہ طلب کرے تو میں اس کو لازماً پناہ دوں۔ اور مجھے کسی کام میں جسے میں کرنا چاہوں' اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے مؤمن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ موت کو (جسمانی تکلیف کی بنا پر) ناگوار سمجھتا ہے اور مجھے بھی اسے تکلیف دینا گراں محسوس ہوتا ہے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ))(١)

''بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم اٹھا لیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور سچا ثابت کر دے۔''

اس کے برعکس اہل معصیت فقط ظاہری و مادی اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ اوّل تو دعا کرتے ہی نہیں' اور اگر کرتے بھی ہیں تو محض رسمِ دنیا نبھانے کے لئے' جو انکسار سے خالی اور خلوص سے عاری ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ کی نافرمانی میں ہمہ وقت

سرگرداں وکوشاں افراد کے کاموں سے برکت اٹھ جاتی ہےاور اللہ کی اعانت ونصرت ان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چونکہ پوری کائنات کا پروردگار ہے لہٰذا وہ اس میں موجود ہر ذی روح کی پکار کا یکساں معیار سے جواب دیتا ہےاور دعا کی قبولیت میں اللہ کے ہاں نیک اور بد میں کوئی فرق نہیں۔

یہ اعتراض صریحاً باطل ہے۔ بلاشبہ کائنات میں بسنے والے تمام لوگ اللہ ہی کی مخلوق ہیں اور اللہ ہی ان کا حاجت روا اور مشکل کشا ہے' لیکن اس کے باوجود بارگاہِ ایزدی میں متقی اور گناہگار' نیک اور بد کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ۞ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۞﴾ (السجدۃ:١٨۔٢٠)

''بھلا جو مؤمن ہو وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے رہنے کے لئے باغ ہیں۔ یہ ابتدائی مہمانی ان کاموں کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانہ (دوزخ کی بھڑکتی ہوئی) آگ ہے۔ وہ جب بھی اس میں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ آگ کے جس عذاب کو تم جھٹلاتے تھے' اب اس کے مزے چکھو۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۞﴾ (المؤمن:٥٨)

''اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور ایمان لانے والے نیکوکار اور بدکار بھی برابر نہیں۔ درحقیقت تم بہت کم غور کرتے ہو۔''

اور فرمایا:

﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ (صٓ ۲۸)

''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا ان کو ہم ان کی طرح کر دیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں؟ یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی صف میں لا کھڑا کریں؟''

اور فرمایا:

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ (الجاثیۃ: ۲۱)

''جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کو اُن لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے (اور) ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی؟ بُرا ہے جو فیصلہ وہ کرتے ہیں۔''

اُخروی انعامات

انسان دنیا میں عذابِ الٰہی سے بے پرواہ رہتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں اللہ کے احکام کو معمولی خیال کرتے رہے اور اپنی امنگوں کی ترنگ میں مدہوش رہے' قیامت کی گھڑی انہیں مبہوت کر دے گی۔ فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۞ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ (الحج: ۲۰۱)

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہے۔ جس دن تم اس کو دیکھو گے اس دن یہ حال ہوگا کہ دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور لوگ تمہیں بہکے ہوئے دکھائی دیں گے' دراصل وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ

عذابِ الٰہی بڑا شدید ہوگا (جسے دیکھ کر اُن کے چہرے فق ہو جائیں گے)۔"

اہل تقویٰ کا امتیاز ہے کہ دنیا میں بھی اللہ ان پر اپنے انعام واکرام کی بارش کرتا ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات اسی حقیقت کی عکاسی کرتی ہیں۔ فرمایا:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۝﴾ (النساء:٧٧)

"کہہ دیجئے! دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور پرہیزگار کے لئے آخرت بہت اچھی ہے اور تم پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

اور فرمایا:

﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۝﴾ (آل عمران:١٥)

"(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجئے: کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں بہتر ہو؟ (سنو!) جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی' ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں (ان کو ملیں گی) اور اللہ کی خوشنودی' اور اللہ (اپنے نیک) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۝﴾ (آل عمران:١٩٨)

"لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے (اور تقویٰ کی روش کو اختیار کئے رہے) ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی' وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے' یہ اللہ کی جانب سے ان کی مہمانی ہے۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکو کاروں کے لئے بہت اچھا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ولدارُ الْاٰخرۃ خیرٌ لّلّذین اتّقوا ط افلا تعقلون﴾ (یوسف:۱۰۹)
''اور متقین کے لئے آخرت کا گھر بہت اچھا ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟''

اور فرمایا:

﴿مثلُ الجنّۃ الّتیْ وُعِد الْمُتَّقُوْنَ ط فِیْھَا انْھٰرٌ مّنْ مّآءٍ غیر اٰسِنٍ ج واَنْھٰرٌ مّنْ لّبنٍ لّمْ یتغیّرْ طَعْمُہٗ ج واَنْھٰرٌ مّنْ خمْرٍ لّذّۃٍ لّلشّٰرِبِیْنَ ج واَنْھٰرٌ مّنْ عسلٍ مُّصَفًّی ط وَلھُمْ فِیْھَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ ط کمَنْ ھُوَ خالِدٌ فی النَّارِ وسُقُوْا مَآءً حمِیْمًا فقطَّع اَمْعَآءَ ھُمْ﴾ (محمد:۱۵)
''جنت' جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے' اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی بے بو نہریں ہیں' اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا ذائقہ تبدیل نہیں ہو گا' اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہیں اور (حلاوت سے بھرپور) پاک صاف شہد کی نہریں ہیں' اور وہاں ان کے لئے ہر قسم کے پھل ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔ (کیا یہ پرہیزگار) ان کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔''

اور فرمایا:

﴿اِنّ الْمتّقین فیْ جنّٰتٍ وّنھرٍ ﴿ فیْ مقعد صِدْقٍ عنْد ملیْکٍ مُّقْتدِرٍ﴾ (القمر:۵۴'۵۵)
''پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہوں گے' یعنی پاک مقام میں' ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ﴿ حدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿ وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿ وَّکَاْسًا دِھَاقًا ﴿ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْھَا لَغْوًا وَّلَا کِذّٰبًا ﴿ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا﴾ (النبا:۳۱۔۳۶)
''بے شک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے۔ یعنی باغ اور انگور' اور ہم عمر نوجوان عورتیں' اور شراب کے چھلکتے ہوئے جام۔ وہاں نہ بے ہودہ بات سنیں

گے نہ جھوٹ (خرافات)۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے صلہ ہے انعام متعین۔''

دُنیا میں نیک نامی

دین اسلام سے وابستگی اور راہِ تقویٰ کو اختیار کرنے کی جزاء میں متقین کو انسانی معاشرے میں نیک نامی وذکر خیر کی نعمت سے نوازا جاتا ہے۔لوگ ان کا ادب واحترام کرتے ہیں اور مخلوق ان کی تکریم کو اپنا سرمایۂ افتخار تصور کرتی ہے۔اس کے برعکس گناہ گاروں کو دینی اعتبار سے کوئی وقعت حاصل نہیں ہوتی' ان کے گناہوں کے سبب دلوں سے ان کی محبت والفت سلب کر لی جاتی ہے۔بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ جب انسان اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ مخلوق کا اچھا رویہ بدل جاتا ہے' حتیٰ کہ اس کی سواری کا جانور اور اس کی بیوی تک اُس سے برگشتہ ومتنفر ہو جاتے ہیں۔

معاملات میں آسانی

اہل تقویٰ کے امور ومعاملات کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرماتے ہیں اور ان کی مشکلات کو دُور کرتے ہیں۔فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ (الطلاق:٤)

''اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔''

اہل معصیت کے لئے معاملات کی بجا آوری پیچیدہ اور دشوار ہوتی ہے۔ان کا حال ایسے ہے جیسے کوئی شخص کسی بند قلعے میں محصور ہو جائے' اس کے اوسان خطا اور حواس مختل ہو جائیں اور اللہ کی نافرمانی کی تاریکی اس کے ذہنی انتشار اور قلبی پراگندگی میں مزید اضافہ کر دے۔ازروئے الفاظِ قرآنی:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ

يرىها ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾ (النور:۳۹-۴۰)

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے اور اللہ ہی کو اپنے پاس دیکھے تو اللہ اسے اس کا حساب پورا پورا چکا دے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے گہرے دریا میں اندھیرے جس میں لہر چڑھی آتی ہو (اور) اس کے اوپر اور لہر (آ رہی ہو اور) اس کے اوپر بادل ہوں' غرضیکہ اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک چھائے ہوئے۔ جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ سکے' اور جس کے لئے اللہ ہی نور پیدا نہ کرے اس کے لئے کوئی نور نہیں۔''

سیئات کا خاتمہ

انسان خطا کا پتلا ہے جس سے ہر لمحہ گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی استطاعت سے زیادہ عبادت کا پابند نہیں کیا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ...... ﴾ (التغابن:۱۶)

''پس جہاں تک ہو سکے اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔''

اگرچہ اہل تقویٰ حتی المقدور گناہوں سے بچنے کی سعی کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود بعض اوقات ان سے بھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی اللہ ان کے حال پر خاص فضل فرماتے ہیں اور اپنی رحمت سے ان کے گناہوں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ﴾ (الطلاق:۵)

''اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا' اللہ اس سے اس کے گناہ دُور کر دے گا اور اسے اجر عظیم سے نوازے گا۔''

خیالات کی پاکیزگی

ارتکابِ گناہ کا ایک پس منظر ہوتا ہے۔ کسی بھی شخص سے گناہ کا صدور ارادہ و نیت اور جوش و جذبہ کے بغیر بہت کم ہوتا ہے۔ ابتداء میں ابلیس انسان کی ذہنیت کا جائزہ لیتا

ہے کہ نیکی کی طرف مائل ہے یا بدی کا رجحان رکھتی ہے۔ پھر اس کی ذہنی سوچ کے مطابق منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ انسان کو برائی پر ابھارنے اور اللہ کی نافرمانی پر آمادہ کرنے میں اس کے افکار و خیالات کا بہت عمل دخل ہوتا ہے۔ اہل تقویٰ گناہ کے ابتدائی محرک یعنی شیطانی وساوس کے پیدا ہونے پر ہی چونک جاتے ہیں اور اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اپنے ایمان کی سلامتی اور تقویٰ کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۝﴾ (الاعراف: ۲۰۱)

''پرہیز گاروں کو جب شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو وہ چونک جاتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔''

اس کے علی الرغم گناہگار کا ذہن برے خیالات کا مرکز ہوتا ہے۔ اس کی ذہنی رَو کی درستی اور تصورات کی پاکیزگی کا خیال تک محال ہے۔ ہر لمحہ معصیت میں مبتلا رہنے سے اس کا ایمان بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ ایسے فرد کی عادات اس حد تک برائی کے اثرات کو سمو چکی ہوتی ہیں کہ وہ کسی تحریک اور شہوت کے بغیر بھی گناہ پر گناہ کئے جلا جاتا ہے' حالانکہ اس کا دل اکتاہٹ اور بیزاری کا شکار ہوتا ہے' لیکن شہوت پرستی کی ہوس مزید گناہ کرنے پر اکساتی رہتی ہے۔ واضح ہو کہ گناہ کے جذبات کوئی ختم ہونے والی چیز نہیں' اس کے سلگتے ہوئے اثرات جنگل کی آگ کی طرح پھیلتے ہی چلے جاتے ہیں جن کا خاتمہ صرف انسان کی موت ہی پر ہوتا ہے۔

جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ کچھ عرصے بعد اُن کا دل گناہوں سے اُچاٹ ہو جائے گا اور وہ معاصی ترک کر دیں گے' ایسے لوگ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں جو اِس حقیقت سے لاعلم ہیں کہ ہوس کی پیاس کبھی بجھتی نہیں' بلکہ گناہوں میں بڑھوتری کے ساتھ اس پیاس میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس ذہنیت کے حامل لوگوں کو شیطان خوب بے وقوف بناتا ہے اور انہیں ابھارتا ہے کہ وہ توبہ اور ترکِ

معصیت کو آنے والے کل پر ملتوی کرتے رہیں' حتیٰ کہ ان کی موت کا وقت آن پہنچتا ہے اور ابلیس بدترین ہم نشین ثابت ہوتا ہے:

﴿وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ ۞ وَاِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ۞ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيۡتَ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَيۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِيۡنُ ۞﴾ (الزخرف:۳۶ ـ ۳۸)

''اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کرلے (یعنی تغافل برتے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔اور یہ (شیطان) اُن کو راہ (راست) سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے رہتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا' تُو تو برا ساتھی نکلا۔''

چہرے پرنور

متقین کی شخصیت باوقار اور ان کا چہرہ پرنور ہوتا ہے۔مخلوق کے دلوں میں اہل تقویٰ کی ہیبت ڈال دی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ چہرے کی رنگت کے سرخ وسفید ہونے کا نام ''نور'' نہیں' بلکہ چہرے کا نورانی ہونا ایک باطنی کیفیت ہے جس کا ادراک واحساس ہر ایک کو نہیں ہوتا۔تاہم اہل تقویٰ' اہل تقویٰ سے آشنا ہوتے ہیں اگرچہ ان کی نسل مختلف اور قبیلہ جدا ہو۔یہی قلبی ربط انہیں آخرت میں بھی عطا ہوگا۔فرمایا:

﴿اَلۡاَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذٍۢ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ ۞﴾ (الزخرف:۶۷)

''دوست اُس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے' سوائے پرہیزگاروں کے (کہ وہ اُس روز بھی باہم دوست ہی رہیں گے)۔''

اللہ کی دوستی

اہل تقویٰ کو ولی اللہ ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔فرمایا:

﴿اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۞ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ۞﴾ (یونس:۶۲'۶۳)

''سن رکھو کہ اللہ کے دوستوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں

گے (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۝﴾ (الجاثیة:۱۹)

''اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔''

اللہ کی معیت

اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہوتا ہے۔فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۝﴾ (النحل:۱۲۸)

''بے شک اللہ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۝﴾ (البقرة:۱۹٤)

''اور جان رکھو کہ اللہ اہل تقویٰ کے ساتھ ہے۔''

اللہ کے محبوب

اہل تقویٰ کو اللہ تعالیٰ اپنی سندِ محبت سے نوازتا ہے۔فرمایا:

﴿بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝﴾ (آل عمران:٧٦)

''ہاں' جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرے اور تقویٰ کی روش اختیار کرے تو اللہ بھی تقویٰ اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

رقتِ قلب میں اضافہ

دل کی نرمی اور مخلوقِ خدا کی غمگساری اہل تقویٰ کا خاصہ ہے۔تقویٰ اختیار کرنے سے انسان میں نرمی' رحم دلی اور ہمدردی و خیرخواہی کے جذبات بدرجۂ اَتم نمو پاتے ہیں' جبکہ گناہ کے اثرات دل کو سخت کر دیتے ہیں اور انسان کے دل سے غرباء و مساکین اور دوسری مخلوق کا درد نکل جاتا ہے۔ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ تمام گناہگار سخت دل ہوتے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ تمام سخت دل گناہگار ہوتے ہیں ۔جو شخص گناہ کر کے خود اپنی جان پر ظلم و زیادتی کرتا ہے وہ دوسروں سے کس طرح عدل و انصاف اور نرمی و مہربانی کا برتاؤ کر سکتا ہے۔

قرآن پر عمل

اپنی اصل کے اعتبار سے قرآن حکیم پوری دنیا کے لوگوں کے لئے کتاب ہدایت ہے۔ فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ﴾ (البقرة:١٨٥)

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) جدا جدا کرنے والا ہے۔''

لیکن اس کی ہدایت کو پانے والے اور اللہ کے اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہونے والے صرف متقین ہی ہیں۔ فرمایا:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ ۚ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۝﴾ (البقرة:٢)

''یہ کتاب (قرآن حکیم) اس میں کچھ شک نہیں (کہ اللہ کا کلام ہے) اہل تقویٰ کے لئے ہدایت ہے۔''

اور فرمایا:

﴿هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ۝﴾ (آل عمران:١٣٨)

''یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بیانِ صریح اور اہل تقویٰ کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ۝﴾ (الحاقة:٤٨)

''اور یہ کتاب تو اہل تقویٰ کے لئے یاد دہانی ہے۔''

عوام الناس کی کثیر تعداد باخبر ہے کہ سود لینا اور دینا' زنا کرنا' شراب پینا' غیبت کرنا' بہتان لگانا' والدین کی نافرمانی کرنا اور اسراف کرنا وغیرہ حرام ہیں' لیکن کتنے لوگ ہیں جو اِن گناہوں سے بچنے کی سعی کرتے ہیں؟ صرف چند...... جنہیں لوگ اہل تقویٰ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنْهُمْ!

(باقی صفحہ ۸۰ پر)

مسواک کی اہمیت وفضیلت

تحریر: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اسلام جہاں فکر ونظر کی پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے وہاں جسمانی اور ظاہری صفائی پر بھی زور دیتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص بدنی صفائی کی اہمیت سے ناآشنا ہے وہ روحانی ترفع بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

اسلام میں صفائی کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ نماز پنجگانہ کے لئے وضو کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی' اور وضو کیا ہے! ہاتھ پاؤں دھونا' ناک صاف کرنا' کلی اور غرارہ کر کے مُنہ اور گلا صاف کرنا۔ یوں پانی کے استعمال سے اعضاء کو دھو کر چستی حاصل کرنا اور پھر اللہ کے حضور حاضر ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار پانا۔ وضو کرتے وقت مُنہ اور گلے کی صفائی کے لئے مسواک کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' تاکہ دیگر ظاہری اور باطنی فوائد کے علاوہ دانتوں کی بھی حفاظت رہے اور انسان بہت سی بیماریوں سے بچا رہے۔

درخت کی ٹہنی کا ایک ٹکڑا جس کے ایک سرے کو چبا کر ریشے بنا لیتے ہیں اور اس سے دانتوں کی صفائی کا کام لیتے ہیں' مسواک کہلاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مسواک کو غیر معمولی اہمیت دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ:

((لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ کُلِّ صَلَاۃٍ)) (متفق علیہ)

''اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری اُمت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حتمی حکم دیتا''۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

چنانچہ خود آپ ﷺ مسواک کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ دن یا رات میں جب بھی آپ سوتے تو اٹھنے کے بعد وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے''۔ (مسند احمد' سنن ابی داؤد)

ایک دفعہ جب اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ جب آپ ﷺ باہر سے گھر تشریف لاتے ہیں تو سب سے پہلے کیا کام کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ

سب سے پہلے آپؐ مسواک فرماتے ہیں ۔ (صحیح مسلم)

مسواک کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی پسندیدگی اس حد تک تھی کہ جب آپؐ آخری بیماری کے سبب صاحب فراش تھے تو ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں مسواک دیکھی تو اشارے سے طلب کی ۔ جس پر انہوں نے مسواک دانتوں میں چبا کر نرم کی اور پھر آپ ﷺ کو دی۔

صفائی پسند شخص کبھی گوارا نہیں کرتا کہ اس کے دانتوں میں خوراک کے ریشے اٹکے رہیں اور گلے میں بلغم جمی رہے جس سے مُنہ میں تعفن پیدا ہو اور ناگوار بو کا احساس ہو۔ رات کو سو کر اٹھنے کے بعد جو شخص مسواک کرتا ہے وہ یقیناً نظافت' پاکیزگی اور تازگی محسوس کرتا ہے۔

اکثر عمل ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ظاہری فوائد تو نمایاں ہوتے ہیں مگر روحانی طور پر ان کی تاثیر قابل ذکر نہیں ہوتی ۔ اسی طرح کچھ عمل روحانی ترفع کا باعث ہوتے ہیں لیکن جسمانی نشوونما میں ان کا عمل دخل شاذ ہوتا ہے' مگر مسواک وہ عمل ہے کہ جو جسم کو بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث بنتا ہے' اور ربّ کی خوشنودی تو نری رحمت ہی ہے ۔ اس سلسلے میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ))

''مسواک مُنہ کو بہت زیادہ صاف کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے''۔ (صحیح بخاری' سنن نسائی' مسند احمد)

مسواک ایک معمولی سا عمل ہے جس پر نہ زیادہ وقت لگتا ہے' نہ محنت اور نہ سرمایہ' مگر اس کی اہمیت کا اندازہ لگائیں تو یہ نہایت اونچے درجے کا عمل ہے جس کے اندر بے شمار فوائد موجود ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ عمل رہا ہے ۔ اور چونکہ یہ ربّ تعالیٰ کی رضا کا باعث بنتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو بھی اس کی ترغیب دی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ نماز جس کے لئے مسواک کی جائے اس نماز کے مقابلے میں جو بلا مسواک پڑھی جائے' ستر گنا فضیلت رکھتی ہے''۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

نماز خود کتنا فضیلت والا کام ہے! مگر مسواک ہے کہ اس کے ثواب کو بدر جہا زیادہ کر دیتی ہے۔ ستر (۷۰) کا عدد عربی میں کثرت کے لئے محاورتاً بولا جاتا ہے' اور اگر سبعین سے مراد خاص ستر کا عدد ہو تب بھی کوئی بعید نہیں۔

نماز اللہ کے حضور حاضری کا نام ہے۔ نماز کی حالت میں آدمی اپنے خالق اور مالک کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔ اس حاضری سے پہلے آلۂ گفتگو کو بتکلف پاک و صاف کرنا ضروری بھی ہے' کیونکہ بدبو نہ اللہ کو پسند ہے' نہ فرشتوں کو' بلکہ انسانوں کو بھی ناگوار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسی چیز کھا کر مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے جس سے بدبو پیدا ہو۔ تمباکو نوشی کے منع ہونے کی دیگر وجوہات کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے مُنہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے جو پاس کھڑے ہونے والوں کے تکدرِ خاطر کا باعث بنتی ہے۔ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھ رہا ہو مگر مُنہ سے بدبو آ رہی ہو تو یہ منظر کیسا رہے گا' جبکہ رحمت کے فرشتے بھی قریب نہ آ رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ خود بھی راضی نہ ہو رہا ہو۔ تو یہ مسواک ہی ہے جو مُنہ کی بدبو دُور کر کے طبیعت کے انقباض کو رفع کرتی اور انشراح کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ چونکہ مسواک مُنہ کی صفائی کرتی ہے اور صفائی ایک مسلّمہ اخلاقی خوبی ہے اس لئے یہ ہر زمانے میں قابلِ تعریف رہی ہے اور پیغمبروں کا طریقہ رہا ہے۔ پیغمبر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔ اچھے عادات و خصائل ان کا کردار ہوتے ہیں۔ جو چیز انہیں پسند ہوتی ہے وہ واقعی پسندیدہ ہوتی ہے اور ان کی ناپسند قابلِ نفرت ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ : اَلْحَیَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاکُ وَالنِّکَاحُ))

''چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں۔ ایک حیاء' دوسرے خوشبو لگانا' تیسرے مسواک اور چوتھے نکاح''۔ (جامع ترمذی)

دیکھئے یہ چاروں چیزیں ہر راست رو' صفائی پسند اور پاک باز انسان کو مرغوب ہیں۔

مسواک کی اس فضیلت اور اہمیت کے پیش نظر یہ ہمیشہ متقی اور پرہیز گاروں کا طریقہ رہا ہے۔ آج بھی اکثر نمازی اپنی جیب میں ہر وقت مسواک موجود رکھتے ہیں' تاکہ جب بھی ضرورت محسوس کریں یا نماز کے لئے وضو کریں تو اس وقت مسواک کر لیں۔ اگر درخت کی خشک یا تر ٹہنی کی مسواک میسر نہ ہو تو ٹوتھ برش بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جو کہ مسواک کے قائم مقام ہے البتہ مسواک میسر ہونے کی صورت میں مسواک کے استعمال ہی کو ترجیح دینی چاہئے۔

بقیہ: تقویٰ کے فوائد وثمرات

حواشی

۱) دیکھئے: لسان العرب' المنجد : بذیل مادہ و ق ی
۲) دیکھئے: المفردات فی غریب القرآن "لامام الراغب الاصفهانی' بذیل مادہ و ق ی
۳) صحیح مسلم' کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار' باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل
٤) صحیح البخاری' کتاب الایمان' باب فضل من استبرأ لدینه۔
٥) جامع الترمذی' ابواب تفسیر القرآن و سنن ابن ماجه' ابواب الزهد۔
٦) صحیح البخاری' کتاب الجنائز' باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه'
۷) جامع بیان العلم وفضله' ص ۱۲۱ ۸) ایضاً' ص ۱۲۲ ۹) ایضاً' ص ۱٤۹
۱۰) صحیح البخاری' کتاب الرقاق' باب التواضع۔
۱۱) صحیح البخاری' کتاب الصلح' باب الصلح فی الدیة۔

خوش خبری : فہمِ قرآن میں اضافے کے لیے فنی کتاب

'قواعدِ زبانِ قرآن' کا دوسرا حصہ شائع ہو گیا ہے

صفحات 948 ، رعایتی قیمت 300 + ڈاک خرچ 50 = کل قیمت 350 روپے

حصہ اول اور حصہ دوم دونوں کی کل رعایتی قیمت مع ڈاک خرچ = 650 روپے

نئے ایڈیشن اور نئی کتابوں کی رعایتی قیمتیں

1	قواعد زبانِ قرآن حصہ اول (تیسرا ایڈیشن)	خلیل الرحمن چشتی	250 روپے
2	قواعدِ زبانِ قرآن (حصہ دوم)	خلیل الرحمن چشتی	300 روپے
3	اسلامی تربیت گاہیں	محمد خان منہاس ، چشتی	40 روپے
4	تزکیہ نفس ، مفہوم ، ماہیت اور عملی تدبیریں	محمد خان منہاس ، چشتی	50 روپے

تیرہ (13) کتابوں کے مکمل سیٹ کی قیمت مع ڈاک خرچ -/905 روپے ہے
کتابیں وی ۔ پی نہیں کی جائیں گی ۔ منی آرڈر یا ڈرافٹ پہلے آنا لازمی ہے۔

الفوز اکیڈمی ، اسلام آباد	317, Street 16, F-10/2, Islamabad
Fax : 051 - 22 54 139	Tel: 051- 22 51 933

KHALID TRADERS

NATIONAL DISTRIBUTORS

NTN

BEARINGS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

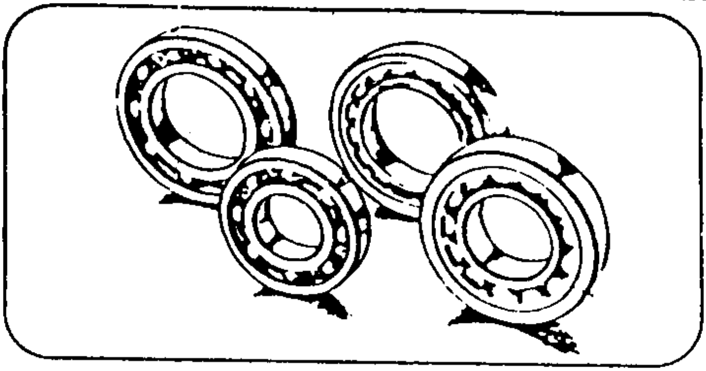

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.

G.P.O. Box # 1178 ***Phones*** : 7732952 - 7730595 ***Fax*** : 7734776 - 7735883

E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : ***SIND BEARING AGENCY***, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)

Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) 763-9918.

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING